

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

بیابت ماہ رمضان ۱۳۷۴ھ

مطابق ماہ مئی ۱۹۵۵ء

★

تحت اداره

غلام حسین } امیر حزب الانصار بھیرہ
مدیر مسئول } مولانا الحاج افتخار احمد اکوی } سالانہ چنندہ
(پاکستان)

سالانہ چندہ
۲۰/- سے
۵۰/- تک
۱۰۰/- سے
۲۰۰/- تک

سالانہ چندہ
۵۰/- سے
۱۰۰/- تک
۲۰۰/- سے
۵۰۰/- تک

معاونین ۵۰/-
غیر مالک ۲۰/-

زیر نجات مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بنگالی امیر حزب الانصار بھیرہ

منجانب

حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد: ۱۔ اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام
۲۔ اصلاح رسوم یا تابع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ
طریق کار: ۱۔ جریدہ شمس السلام کا اجراء ۲۔ دارالعلوم عزیزیتہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی
۳۔ بہترین خدمت انجام دے رہا ہے ۴۔ مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی
جاری ہے ۵۔ عظیم الشان سالانہ کانفرنس ۶۔ امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہزار سالانہ تبلیغی دورہ ۷۔ کرتھانہ ۸۔ جامع
مسجد بھیرہ کی مرمت۔
جریدہ کے قواعد و ضوابط۔

۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو یا ہندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مفدا میں ہر ماہ کی دس تا بیس کو وصول ہونا چاہئیں
مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی لئے سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔
چندہ کیفیت کم از کم چار ماہوار یا تین روپے سالانہ مقرر ہے۔ ۳۔ عام سالانہ چندہ کے، معاونین سے ۵۰/- تک طلبہ سے علی
مقرر ہے۔ نمونہ کار پر ہر کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ملک بھیجا
جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے حدیث کی تاریخ تک اطلاع موصول
ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ ۵۔ بواب کھیلے جوانی کارڈ یا ٹکٹ
آنا چاہئے ۶۔ ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل الہی عبداللہ صاحبان کمیشن ایجنٹس کو اب مسجد شریٹ ممبئی (ہندوستان)
کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ ۷۔ بیرنگ ڈاک اور خطوط بیرنگ ہوں گے۔
جملہ خط و کتابت و ترسیل رسالہ غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام بھیرہ پنجاب ہونی چاہئے۔

سرخ نشان ○
دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سالہ بذریعہ
وی پی آر سال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے
کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نمونہ اطلاع دیں۔ خدا را
وی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام

شمس السلام

ماہنامہ

(بھیرہ)

جلد ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۵۵ء شماره ۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	یزم انصار	ادارہ	۴
۲	شذرات	"	۵
۳	رسائل و مسائل	"	۱۱
۴	رمضان المبارک کے متعلق مفید مسائل	"	۱۶
۵	ماہ رمضان اور قرآن	جناب مولانا عبد المجید صاحب	۲۰
۶	فریضہ صوم	جناب مولانا عتیق احمد صاحب	۲۳
۷	اولیاء اللہ کی پہچان	مولانا مولوی محمد اویس صاحب ندوی	۲۷
۸	فطیلت صحابہ پر شہادت یزدانی		۳۱

باہر تمام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر شنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر جریدہ
شمس السلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا

بزم

انصار

بزمِ جالف

طالبانِ علوم دینیۃ والسنۃ الشرعیۃ کے حلقہ میں

یہ ٹرڈہ جانفزا نہایت مسرت سے سنا جا رہے گا۔ کہ

مولانا الحاج افتخار احمد صاحب گوی امیر نرب الانصار و ہتم دارالعلوم عزیزیۃ نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے کہ ہر سال اکثر طلباء و محض اس لئے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات میں فیل ہو جاتے ہیں۔ کہ انکو قابل اور تجربہ کار اساتذہ درس اور تدریس کے لئے عیتر نہیں آتے۔ گزشتہ سال دارالعلوم عزیزیۃ جامع مسجد بیروہ میں منشی فاضل اور مولوی فاضل کی تیاری کرانے کے لئے فاضل ہستند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شجرہ بہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل کر کے کلاسوں کا اجراء کر دیا گیا ہے۔

مزید برآں دارالعلوم عزیزیۃ جامع مسجد بیروہ میں حسب دستور سابق دورہ حدیث شریف، درسی کتب و حفظ قرآن کا بہترین انتظام ہے۔ بیرونی طلبہ کے قیام، طعام، سبق و طبق کا مدرسہ کفیل ہوگا۔

داخلی ۵۵ سوال سے لیکر اشارہ سوال تک کھلا رہیگا۔

منشی فاضل کرنے والوں کے لئے فیس واجبی مقرر کی گئی ہے۔ اور بیرونی طلبہ کیلئے بورڈنگ کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ نیز مقامی اور کاروباری حضرات کیلئے نامٹ کلاسز کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے۔

بزمِ دارالعلوم جامع عزیزیۃ

نشانات

(اداشہ)

رمضان المبارک کا احترام : خیر و برکت اور رحمت و مغفرت کا وہ مہینہ پھر شروع ہو گیا ہے جس میں تمام عالم انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی آخری اور روشن کتاب قرآن مجید نازل ہوا۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس ونبیات من الہدی والفرقان۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کر دیا ہے کہ اس مہینہ میں وہ دن بھر روزہ رکھیں۔ کھانے پینے اور صحبت سے اجتناب رکھیں۔ کیونکہ اسی سے ان کے نفوس کی پاکیزگی اور صفائی ہوتی ہے۔ اور متواتر ایک مہینہ تک پابندیوں کے ساتھ کھانے پینے اور صحبت سے اجتناب کی مشق کرنے سے ان کے لئے سال بھر تک تمام گناہوں اور منہیات سے اجتناب کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاماً محدداً۔

رمضان المبارک کے اس مقدس و بابرکت مہینہ میں روزہ رکھنا اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ واقام الصلوۃ وایتاء للزکوۃ والحج وصوم رمضان۔ قرآن مجید کی آیت کتب علیکم الصیام اور فمن شهد منکم الشهر فلیصمه اور ثم اتموا الصیام الی اللیل کے علاوہ احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد

روایتیں اس مضمون کی منقول ہیں۔ جن میں روزہ کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اور روزہ کی پوری پوری پابندی کا تاکید و حکم دیا گیا ہے۔ پس ان تمام مسلمانوں کے لئے یہ ضروری اور شرعی فریضہ ہے۔ جو درحقیقت خدا و رسول کے ماننے والے اور احکام خدا و رسول کے دل و جان سے فراہم دار اور مسلم حنیف ہیں۔ کہ وہ اس مہینہ کے ان تمام شرعی ذمہ داریوں کو بوجہ احسن سرانجام دیں۔ دن کو روزہ رکھیں۔ لیکن نہ صرف یہ کہ کھانے پینے سے رک جائیں، بلکہ تمام منہیات شرعیہ سے پورا پورا اجتناب کریں۔ اور نیکیوں کو جملہ اختیار کریں۔ رات کو تراویح میں قرآن مجید سنیں۔ اور سنائیں اور جہاں تک بس چورات بھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو کر جاگیں۔ اور نوافل اور تلاوت قرآن مجید کی کثرت کریں۔ دل کی گمراہیوں سے پر غلو ص دعاتیں مانگیں اور گمراہیوں سے۔ ایک حدیث میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اولہ رحمتہ واوسطہ مغفرتہ واخرہ عقیق من النار۔ اس لئے ممکنہ حد تک سعی و کوشش کر لینی چاہئے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا مورہ اور وسیع مغفرت کا مستحق اور دروزخ کی آگ اور ہڈا سے آزاد ہونے کے قابل بنا دیا جائے۔

چند سال قبل تک ہمارے ملک میں اسلامی زندگی کے اچھے خالص آثار باقی تھے۔ دینی شعائر و عبادات کا وقار و احترام کیا جاتا تھا۔ اس لئے بہت سے وہ لوگ جو بعض دوسرے اعمال خیر میں مستحق بھی کرتے تھے روزہ رکھنے میں ثابت قدم

رہتے۔ اور خواہ سردی ہوتی یا گرمی، بھوک اور پیاس کی تکلیف کی پرواہ کئے بغیر ہی بڑے اہتمام کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور روزہ نہ رکھنا شرعی گناہ اور جرم عظیم کے علاوہ ایک نامردی اور بے عزتی کی بات شمار کی جاتی تھی۔ اس لئے اول تو کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ لیکن اگر ہوائے نفس سے مغلوب و مستور ہو کر کوئی یہ نامردی کرتا تو اسے یہ جرأت تو کبھی نہ ہوتی کہ وہ علی الاعلان مجلسوں اور عام گزشتہوں میں بھی کچھ کھا یا پی سکے۔ اور اس طرح رمضان المبارک کا احترام و وقار قائم رہتا تھا۔ اور رمضان کا چاند دیکھتے ہی اسلامی آبادیوں کا سارا نقشہ ہی بدل جاتا تھا۔ روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ اس مقدس مہینہ میں ہر گناہ سے بچنا خصوصاً ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے بہت سے ایسے بازار سر پر جاتے تھے جو عام ایام میں گرم رہتے تھے۔ لیکن دن بہ دن ہماری اسلامی زندگی میں حلاً جو ضعف و اضمحلال رونما ہو رہا ہے۔ اور دینی شعائر و اعلام کا جو وقار و احترام اٹھ رہا ہے، بلکہ اٹھا یا جا رہا ہے، اس کا اثر اب آہستہ آہستہ یہ نمودار ہونے لگا ہے۔ کہ اب خالص مسلمانوں کی آبادیوں میں دن کے وقت کھلے بندوں کھانے اور پینے والے ملتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو نہ خوف خدا ہے اور نہ خوف مخلوق خدا۔ اس بے غیرتی اور نامردی کو جو انگریزی سمجھنے لگے ہیں۔ شرم و حیا کا نام اٹھ گیا ہے۔ اور بعض شہروں میں تو بس یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید رمضان کا مہینہ ہے نہیں۔ یا روزہ اگر فرض ہے تو صرف ان لوگوں پر جو مسجدوں اور مدرسوں میں رہتے ہیں۔ باقی سارے مسلمانوں کو چھٹی مل گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم کی یہ صورت حال نہایت ہی خطرناک اور خداؤ تعالیٰ کے قہر و غضب کو دعوت عذاب دینے والی ہے۔ اور ضرورت ہے کہ جلد از جلد اس کو بدنامی کی کوشش کی جائے۔

ورنہ ان بطش و بلباش لشدیل کے وعید کو سامنے رکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ اگر حدود اللہ کو پامال کرنے کے جرم میں ہم پکڑے گئے تو اللہ تعالیٰ کی وہ گرفت پھر بڑی سخت ہوگی۔

ہم خود تو اصولاً اسی چیز کے قائل ہیں کہ ہر تبدیلی دراصل اندر ہی سے ہوتی ہے۔ دل بدل جائے تو باہر کی ساری دنیا بدل جائے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ خوف خدا اور آخرت کی جواب دہی کا احساس، صبح تعلق بالذات، اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کا تصور اور اس کے حقوق کی معرفت، یہی وہ بنیادی چیزیں ہیں جن کے آجائے کے بعد عمل کی دنیا میں ایک پائدار انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے اس صورت حال کو بدلنے کے لئے ضرورت ہے کہ انہی بنیادی امور کو قوم میں پیدا کرنے کے لئے کوئی منظم جدوجہد کی جائے۔ اور وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت اور ہر اصلاحی اقدام سے قوم کو صحیح راستہ پر لگایا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام میں کچھ تعزیری احکام بھی ہیں۔ اور وہ اس لئے ہیں کہ بعض دفعہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے اندرونی اور قلبی انقلاب تک اگر انتظار کیا جائے اور حالات کو یوں ہی اپنے ڈھب پر چلتے رہنے دیا جائے۔ تو خطرہ ہوتا ہے کہ وہ معاشرہ کو آلودہ اور خراب کر دیں گے۔ اور ان لوگوں کو محض وعظ و نصیحت سے راہ راست پر لگایا نہیں جاسکتا۔ اور نہ ان کی مغزوں سے دوسروں کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے ضرورت پیش آتی ہے کہ معاشرہ کو ناپوئوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تعزیری کے ڈنڈوں سے ایسے سرکشوں کی اکڑی ہوئی گردنیں پائی جائیں۔ تاکہ ان کی سرکوبی ان کے بگڑے ہوئے دماغوں کو بھی ٹھیک کر دے، اور دوسروں کے دماغوں میں بھی کبھی اس طرح سرکشی کا کیرا نہ سمایا کرے۔ ایسے لوگوں کی

اور بدی اور برائی کو مٹانا اور معاشرہ کو خرابیوں سے بچانا ہم سب کا مشترکہ فریضہ ہے۔

خدا کرے کہ ہماری یہ التجا صدا بہ صحرا نہ ہو۔ اور ہم سب اس ضروری کام کی طرف متوجہ ہوں۔

مدارس عربیہ کا نظام : ہم نے پہلے بھی بار بار عرض کیا اور اب پھر واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اپنے آپ کو عرض کر دینے پر مجبور پاتے ہیں کہ آج جو دنیا ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے اور دینی مدارس ایک مربوط اور باہم مددگار پیوستہ نظام کے تحت منظم ہونے کے بارے میں نہیں سوچتے۔ تقسیم ملک کے بعد یوں کہنے کو تو یہ کہا جاسکتا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ مدارس عربیہ کی تعداد بڑھ گئی۔ اور مغربی پنجاب اور سندھ و سرحد میں بہت سے نئے مدارس کھل گئے۔ لیکن اس حقیقت واقعی کا انکار کرنا تو بہت بڑی جسارت اور حقائق سے انحراف کا مظاہرہ ہے۔ کہ تقسیم ملک کے بعد مصنوعی طور سے ہمارے علاقوں کی علمی حالت خراب ہو گئی ہے۔ اور ہمارے نئے فضلاء کا معیار علم و فضل بہت ہی گر گیا ہے۔ اور گر رہا ہے۔ ہمیں یہ کہتے ہو خود شرم آتی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے، واضح حقیقتوں سے چشم پوشی بھی ایک قومی جرم اور خیانت ہے۔ کہ آج کل مدارس عربیہ میں طلبہ اور اساتذہ دونوں میں پڑھنے پڑھانے کا وہ جذبہ باقی نہیں رہا۔ جو کبھی علوم دینیہ کے طالب علموں اور اساتذہ کا طفرائے اقیانوس تھا۔ اور جس کی وجہ سے ان بویا نشینوں میں گوہر نایاب اور علم و فضل کے آفتاب درخشاں پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ تعلیم و تعلم کا پلکار دن بہ دن سرد پڑ رہا ہے۔ اور علم و فضل کی روح افسردہ و پژمردہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور ہم مطمئن اور خوش ہیں کہ دینی علوم کے ابعاد و احیاء کے لئے مدارس قائم ہیں۔ اور کام کر رہے ہیں۔ مشہور ہے کہ

اصلاح حال و حال کے لئے ”چوب از جنت آمد“ کے فلسفہ پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اس لئے موجودہ معاشرہ میں جو لوگ رمضان المبارک کے مبارک و محترم مہینہ میں رونے کچھ احترام و وقار نہیں کرتے اور علی الاعلان کھاتے کھلاتے اور پیٹے پلاتے ہیں۔ ان کو ابتدائی وعظ و تذکیر کے بعد تعزیری قوت و طاقت سے روک دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ تعزیر و سزا کا اختیار قوم کے افراد اور رہایا کے اشخاص کو حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا اصولاً افراد کو نہ یہ حق حاصل ہے اور نہ وہ یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ بلکہ یہ کام حکومتی اداروں اور حاکمانہ قوتوں کا ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے دائرہ اختیار و اقتدار میں ایسے قوانین و احکام نافذ کریں۔ کہ جو لوگ رمضان المبارک کی بھرتی کریں گے ان کو سزا دی جائیگی۔ پوسے جزم و یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر نیک نیتی کے ساتھ ایسے احکام صادر کئے گئے، ہر ملک کے انتظامی افسروں نے خلوص کے ساتھ ان احکام کی پابندی کرانے کی کوشش کی۔ تو دیکھا جائے گا کہ ہماری آبادیوں میں وہی نقشہ پھر نظر آئے گا جو حقیقتاً رمضان المبارک کے اس مقدس مہینہ کا تقاضا ہے۔ اور جو مسلمانوں کی آبادیوں میں نظر آنا چاہئے۔

ہم حضرات علماء کرام اور مشائخ عظام سے تو یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے فریضہ یعنی وعظ و نصیحت اور انداز و تذکیر کو سرانجام دیں۔ اور اس طرح اصلاح احوال کی کوشش کریں۔ اور مسلمان حاکموں اور بااختیار و اقتدار حضرات کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنے فریضہ کو پہچان لیں اور من دآی منکم منکم اذلیخیر بیس کے ارشاد و رسول اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت و طاقت کو استعمال کریں۔ اور تعزیری قوانین و احکام کو نافذ کر کے برائی دور کرنے کی جدوجہد کریں۔ نیکی اور بھلائی کو فروغ دینا

جب چراغ میں تیل ختم ہونے لگے اور اسکی بتی تیل کے ختم ہو جانے کی وجہ سے بجھنے والی ہو، تو آخر میں یکدم روشنی کا ایک شعلہ اٹھتا ہے۔ اور یکدم یہ شعلہ اٹھتا اس بات کی نشانی ہوتی ہے کہ اور تیل ڈال دو تو چراغ روشن رہ سکے گا۔ ورنہ یہ آخری شعلہ لاسے۔ اور اس کے بعد چراغ گل ہو جائے گا۔ اور روشنی ختم ہوگی۔ موجودہ نازک دور میں جب عام طور سے قوم میں اسلامی زندگی مفقود ہو رہی ہے اور روحانیت ختم ہے۔ بلکہ جگہ مدارس کی یہ کثرت خدا نخواستہ چراغ کا وہ شعلہ لالہ اور آخری شعلہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر اسے صحیح اسلامی جذبہ اور باشعور خدمت گذاری اور ایک مربوط نظام تعلیم و تدریس کا تیل مہیا نہ کیا گیا اور وقتی طور پر ہم خوش ہو گئے کہ بہت اچھا یہ تو چراغ کی روشنی اور بڑھ رہی ہے تو اندیشہ قوی یہ ہے کہ یہ رہی سہی روشنی بھی ختم ہوگی۔ (اللہ کرے کہ ایسا کبھی نہ ہو)۔

وقت کے نازک حالات کا تقاضا یہ ہے۔ اور ہم اپنی قوم کے ان مغرور و محترم اکابر کی خدمت میں ایک دفعہ پھر عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا را آپ حضرات آپس میں مل بیٹھ کر سوچیں اور یہ فیصلہ کریں کہ الحاد و لادینی کے ان ہلاکت خیز گردابوں میں آپ علوم دینیہ کی کشتی کو کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اور وہ کیا صورتیں ہو سکتی ہیں جن کو یہ روئے کار لانے سے ہمارا یہ تعلیمی نظام مضبوط و مستحکم ہو سکتا ہے۔ ہمارا یقین ہے جب تک باجمہد ربط و تعلق نہ ہو، ہم آہنگی و اتفاق پائے نہ ہو، آپس میں مشاورت اور تبادلہ خیالات نہ ہو، اس وقت تک ہم خطرات سے بچ کر نکلنے کی کوئی راہ نہیں پا سکتے۔ خدا کرے کہ مدارس عربیہ کے منتظمین و مہتممین اس درخواست کو شرف قبول بخشیں۔ اور مل بیٹھ کر کچھ راہ عمل سوچنے کا اقدام کر جائیں۔

خدمت خلق کا جذبہ ہر "توائے وقت" میں دہلی کا ایک کتبہ شائع ہوا ہے۔ جس میں کتبہ نگار نے یہ لکھا ہے کہ بھارت کی حکومت کی طرف سے گاندھی جی کے خاص چیلے دنو بھاٹے کے حالات زندگی پر ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں دنو بھاٹے کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کتبہ نگار نے اس کتاب کا کچھ حوالہ اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ جس میں دنو بھاٹے کی سادگی، جفاکشی، خدمت خلق کے جذبہ، مادہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ اس نے رضا کارانہ طور سے بڑے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں سے زمینیں لے کر محفلوں کے حال کسانوں پر مادی تقسیم کرنے کی جو تحریک شروع کی ہے۔ اس کی کچھ تفصیلات بیان کی ہیں۔ کہ اس تحریک کے سلسلہ میں آج تک دنو بھاٹے نے اتنے ہزار میل پیدل سفر کیا۔ اور لاکھوں ہزاروں ایکڑ زمین بڑے بڑے زمینداروں سے دان کے طور پر حاصل کر کے تقسیم کر دی۔ اس تفصیل کو پڑھ کر ایک شخص نے بھدھرت و افسوس کہا۔ کہ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اس طرح بے لوث خدمت خلق کا کام کرے۔ اور اس قسم کی کوئی تحریک جاری کر دے۔ ایک دوسرے صاحب نے سنکر فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اس قسم کا کام تو مسلمانوں ہی میں سے کسی کو کرنا چاہیے تھا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان وہ مسلمان یہ نہیں جن سے اس قسم کے کاہلوں کی توقع ہو سکے۔ اور نہ صرف یہ کہ مسلمان سربراہان و لوگوں میں اس جذبہ کی کمی ہے، بلکہ اس لئے کہ عام قوم میں اور ہماری مسلمان حکومت میں ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کا جذبہ بھی باقی نہیں رہا۔ اگر آج علماء اور مشائخ میں سے یا دیندار اور مخلص لیڈروں میں سے کوئی شخص قوم کی خدمت کا صحیح جذبہ لے کر اس کام کیلئے

میدان میں آگے آجائے۔ اور مسلمان جاگیرداروں اور نوابوں اور بڑے بڑے زمینداروں سے کسی مدد و غیرت کا مطالبہ کرے تو اس کی حوصلہ افزائی اور پذیرائی کی بجائے سب اس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اختیارات پنچے جھلڑ کر اس کے پیچھے پرہیں گے، کوئی آتشیں مقابلہ لکھے گا، کوئی سر ہانپے کھڑا ہو کر مذاق اڑائے گا، کوئی ”سنبھدہ“ اور باوقار تبصرہ کر کے حکومت کو لوہہ دلائیگا کہ ایسی تحریکیں پاکستان کی سالمیت و استحکام کے لئے سخت خطرہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہاں بھارت میں دو بھائے یقیناً جفاکشی اور غلوں کے ساتھ ایک تحریک چلا رہے ہیں۔ لیکن عام قوم کی طرف سے اور متمول و دولت مند طبقہ کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ خود نہرو اپنی آنکھیں اس کے لئے فرش راہ کر رہے ہیں۔ اور اس سے ملاقات کی تمنا کا اظہار کرتے ہیں اور بھارت اس کی زندگی کے حادثات سرکاری طور سے شائع کر کے تمام لوگوں کے سامنے حقیقت واضح کرنا چاہتی ہے۔ کہ حکومت کا پورا پورا تقاضا اس تحریک کے ساتھ ہے۔۔۔۔۔۔ یہ جو کچھ کہا گیا باطل درست کہا گیا افسوس صرف اس پر نہیں کہ ہم میں کوئی ایسا رہنما نہیں۔

بلکہ اس پر ہے کہ بد قسمتی سے ہماری ساری قوم اور حکومت ہی اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ یہ توقع اب ہو نہیں سکتی۔ متعدد اذواج کے خلاف بل، یورپ کی تقلید و نقالی میں ہماری پاکستانی بیگمات کوئی نئی باتیں سوچتی ہیں۔ اور آزادی کا کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتی ہیں۔ اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ پنجاب اسمبلی میں محترمہ بیگم سلتی تعدد نے نکاح و طلاق کے بارے میں ایک بل منظور ہی گئے لئے پیش کیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مردوں کو ایک سے زائد نکاح کرنے کی اجازت بہت سی قانونی

پابندیوں اور شرائط کے ساتھ پابند کر کے ختم کر دی جائے۔ چونکہ اس سلسلہ میں اسلام کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی مرد کو ایک سے زائد نکاح کی اجازت نہیں۔ لہذا ہم مختصر اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔ ورنہ ہمارے مقصد ہرگز نہیں کہ خواہ مخواہ مردوں کو یہ ضرور مشورہ دیتے ہیں کہ وہ دو، دو، تین تین او۔ چار چار نکاح ضرور کریں۔ یا وہ کسی بیوی کے حقوق کو تلف کر کے اور اسے مستحقہ رکھ کر دو سری شادی تیسری شادی کی فکر میں لگے رہیں۔ قانون شریعت کی رو سے متعدد بیویوں کے درمیان جس حد دل و انصاف اور مساوات و حقوق رسانی کا حکم دیا گیا ہے ہم نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا پورا پورا خیال رکھا جائے اور کسی عورت کی حق تلفی نہ ہو۔ اور اس پر ظلم و زیادتی نہ کی جائے۔ ہم تمام مردوں کے لئے وعاشق و ہن بالہ و فساد کے ارشاد کی تعمیل فرض سمجھتے ہیں۔ اور جو شرعی حدود و قیود کا لحاظ نہیں رکھتا اس کو مجرم اور معاشرے کو بگاڑنے والا اور قصور وار یقین کرتے ہیں۔ البتہ یہ چیز بھی گوارا نہیں کی جاسکتی کہ ہماری مغرب زدہ بنیں محض یورپ کی تقلید میں شرعی جواز کو اپنی طرف کے خود ساختہ قوانین سے ختم کرنا چاہتی ہوں۔ اور اسلام کی رو سے ایک جائز مسئلہ کو ختم کرنے کے لئے غلط طور سے اسلام ہی کا نام استعمال کرتی ہوں۔

تعدد ازواج کے حوا کا مسئلہ جو قرآن مجید کی آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء و مشقی و مثلث و سابع سے، متعدد احادیث رسول اللہ، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اجماعی تعامل و توارث سے ثابت ہے اور ہمیشہ سے امت مسلمہ میں ایک متفقہ مسئلہ رہا ہے۔ یہ ہرگز ایسی کوئی چیز نہیں جس پر کسی مغرب زدہ مرد اور مغرب زدہ بیگم کو شرا لے اور سر چھپانے اور اس کی طرح کی تاویلیں

نہیں کرتی۔

ہم نہایت دردمند دل کے ساتھ اپنی ان بیگمات سے عرض کریں گے کہ خدا اس قسم کی باتیں کر کے اس ملک کو یورپ و امریکہ کی طرح بد اخلاقیوں اور مادر پدر آزاد یوں کا دیس نہ بناؤ۔ اگر آپ کو عورتوں ہی کی ہمدردی اور صنف نسوان کی خیر خواہی منظر ہے تو ان غیر شرعی پابندیوں کی بجائے ان کو گھر کی لک بن جائے اور شمع محفل نہ بننے کی کوششیں شروع کیجئے۔ اور ان کو سمجھا دیجئے کہ وہ اپنی گود میں پلنے والے بچوں کو ایسی تربیت دیں کہ وہ نیک سرشت، با حیا اور پاکیزہ سیرت نوجوان بنیں۔ اور وہ اپنی بیویوں کے ساتھ جو ہماری موجودہ بنوں کی بیشمار اور بنو چوں گی۔ اس صنف سلوک سے پیش آئیں جس کے لئے آج بیگم سلطی صاحبہ اسمبلی سے قانون منظور کرنے کی کوششیں ہیں جنھوں نے قانون کے زور سے کبھی بہترین معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔ جب تک بنیادی طور پر تمام افراد کی سیرت و اخلاق کی پاکیزگی کی کوشش نہ کی جائے۔ ہم اپنی بنوں کی خدمت میں اقبال مرحوم کا یہ پیغام عرض کرنا چاہتے ہیں کہ

نہ شام ما بروں آور سحر

بہ قرآن باز خواں اہل نظر

نہی دانی کہ سوز قرأت تو

دگر گوی کرد تقدیر عمر

تو رہ باش و نہاں شوازیں عصر

کہر آغوش شبتیرے بگریا!

بقیہ صفحہ ۲۶ سے آگے

و معاذ نجات مربوط باقتضائے اور نجات کا معیار اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
الفرض ولایت، کا حقیقی معیار اتباع سنت ہے۔ جو قطع

کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ مرد کے قوی اور اس کی جسمانی ساخت و ترکیب ہی اس نوعیت کی ہے کہ بہ کثرت عورتوں میں ایک بیوی اس کی طبعی خواہش کی تسخیر کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ مرد و عورت کی معاشرت اور پھر تولد و تناسل کا جملہ تک تعلق ہے، مرد پر جسمانی حیثیت سے اس سلسلہ تناسل کی مزید ذمہ داری نہیں۔ اور عورت کے لئے معاشرت کے نتائج کا سلسلہ دنوں اور ہفتوں نہیں۔ حمل اور رضاعت کی مدت طائر ڈھائی ڈھائی سال تک پھیلا ہوا رہتا ہے۔ پھر اس کے بغیر بھی ہر جوان تندرست عورت کے لئے ہر مہینہ ایک ایک ہفتہ کی معذوری ایک طبیعی ہے۔ اور وہ قانونی نظماً کامل نہیں ناقص ہے جو مرد کی طبعی ضرورتوں کی طرف سے آنکھ بند کرے۔ اور عورت کی طبعی معذوریوں کا صحیح ظکر کے مرد کے لئے کوئی سہولت جائز نہ رکھے۔ پھر یورپ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور ماہرین حیاتیات کی شہادتیں اس تجربہ و مشاہدہ کی تائید میں ہیں کہ طبعی ضرورت سے قطع نظر مرد کی شہوانی جبلت تنوع پسند بھی ہے۔ اس لئے جو شریعت اس کی اس جبلت کی کوئی رعایت اپنے نظام میں نہیں رکھتی وہ اور کچھ بھی ہو بہر حال خدائی اور مطالب فطرت نہیں کہی جاسکتی جن قوموں اور ملکوں کے نظام معاشرت میں مرد کی طبعی ضرورتوں کو جائز طریقوں سے پورا کرنے کا خیال نہیں رکھا گیا اور انہوں نے ایک بیوی سے زائد نکاح کی اجازت نہیں دی۔ آج دیکھا جا رہا ہے کہ ان ملکوں کے مرد جنسی آوارگی، بد نگاہی اور بد کاری میں مبتلا ہیں۔ دوسری بیوی کے ساتھ نکاح تو نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر کوئی مرد ناجائز تعلقات جنسی عورتوں سے بھی رکھنا چاہے تو رکھ لیتا ہے۔ اور اس پر کوئی پابندی نہیں۔ بیوی تو ایک ہی ہے۔ اور اس کی "دا شتہ" عورتوں کی تعداد جتنی بھی بڑھ جائے اس سے قانون اور سوسائٹی باز پرس

اداشہ بر رسائل مسائل

سوال: ہر دو شخص اپنے کام جاننے والے تھے۔ ایک کے پاس دو مشینیں تو تھیں۔ لیکن کوئی دکان نہ تھی۔ اور دوسرے کے پاس دوکان تھی۔ مشینیں نہ تھیں۔ دونوں نے آپس میں یہ معاہدہ کر کے شرکت کر لی۔ کہ اس دکان میں وہ دونوں مل کر بیٹھیں گے۔ اور جو کام آئے گا۔ دونوں ان مشینوں سے وہ کریں گے۔ اور ہر ماہ حساب کریں گے۔ جو آمدنی ہوگی۔ وہ نصفاً نصف ہوگی۔ ایک مہینہ میں خوب کام آیا اور دونوں کرتے گئے۔ جب حساب کرنے لگے تو مشینوں والے نے کہا کہ آمدنی آدھو آدھ نہیں کرتے۔ بلکہ آپ دکان کا مناسب کرایہ بھی لیجئے۔ ایک مہینہ ہر ایک مشین پر کام کرنے کی جواہرت ہو سکتی ہے وہ لے لیجئے۔ چونکہ مشین میری تھی۔ لہذا آمدنی ساری میری ہوگی۔ اس کو چونکہ اس میں فائدہ نظر آتا ہے وہ یہ کہتا ہے۔ وہ سرکوتا کہ نہ نہیں ملے شدہ فیصلہ کے مطابق نصفاً نصف ہو گیا۔ بتائیے کہ ان دونوں کا یہ جھگڑا شرعاً کیسے ختم کر دیا جائے؟

الجواب: ہر جب پہلے سے فیصلہ یہ کیا گیا تھا کہ آمدنی نصف نصف تقسیم ہوگی۔ تو یہ شرکت شرعاً درست تھی۔ اب اسی کے مطابق نصفاً نصف تقسیم ہونا ضروری ہے۔ مشین والے کا اب یہ کہنا کہ صرف کرایہ اور ماہوار اجرت لے لو غلط ہے۔ امام سرخسیؒ کی کتاب بمسوط میں ہے: ہر اذا اشتراک قصاران لاحدھما اداة القصارين والآخر بیت علی ان یعلابا اداة هذا فی بیت هذا علی ان الایکب بینھما نصفان کان جائزاً لان استحقاق الاخر هناك بتقبل العمل والعمل بالتقبل یصبر فمؤنا علی کل واحد منھما والتوکیل فی ذلک صحیح

فذلک لک التوکیل (جلد ۱ صفحہ ۴۱۱)

سوال: ہر آج ایک دوست نے دو بیان گفتگو میں یہ کہا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرات خلفائے راشدین حدیثوں کو شرعی حجت نہ سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے روایت حدیث سے لوگوں کو روکا تھا۔ اور کہا کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے۔ کہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ نامی کتاب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ حضرت صدیقؓ نے ان لوگوں کو سخت ڈانسا تھا جو روایتیں بیان کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ تم لوگ ایسی باتیں روایت کرتے ہو جن میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور تمہاری ان روایتوں کو لوگ سن کر اور اختلافات شروع کر دیں گے۔ لہذا تم رسول اللہؐ سے روایت بیان کرنا چھوڑ دو۔ اور اگر کوئی پوچھے تو جواب میں یوں یہ کہنا کہ ہمارے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے۔ اس سے رہنمائی حاصل کرینگے؟

اس دوست کی اس تقریر اور اس تاریخی حوالہ کے بعد میں نے ضرورت محسوس کی کہ اہل علم سے اس کی حقیقت معلوم کروں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔ آپ جواب شافی سے تسلی فرمائیں؟

الجواب: ہر یہ منکرین سنت رسول اللہؐ پر ویز و برائی کی دوسو اندازیں میں سے ایک و سوسہ ہے۔ جو ہم نامواقف مسلمانوں کے دلوں میں وہ ڈال دیا کرتے ہیں۔ افسوس اس پر پڑتا ہے کہ یہ لوگ اپنے زعم میں اپنے آپ کو "قرآنی نظام دہویت" کے داعی کہتے ہیں۔ لیکن علمی باتوں میں کس قدر فریب کاری اور خیانت سے کام لیتے ہیں۔ آپ کے اشکال کے ازالہ کے لئے میں مختصراً چند چیزیں ذکر کرتا ہوں۔ تفصیل

کے لئے آپ ان کتابوں کے مطالعہ کی طرف رجوع کر دیجئے۔ جو منکرین حدیث کی تردید میں مستقل طور سے لکھی گئی ہیں۔ ہم یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں ایک ایسی روایت موجود ہے لیکن غور کیا جائے کہ دین میں حدیث رسول اللہؐ کے حجت ہونے کا مسئلہ جب خود قرآن مجید کی آیات بنیات، منہج و صحیح حدیثوں، تعامل سلف و خلف سے ثابت ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ تو اگر ایک روایت اس کے خلاف ایک ایسی کتاب کی مل گئی جو حدیث کی نہیں بلکہ تاریخ کی کتاب ہے۔ تو اسے ان تمام دلائل کے مقابلہ میں کہاں قبول کیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف تو صدرا دل سے لیکر آج تک مسلمانوں کی متفقہ تاریخ: بات ثابت کر رہی ہے کہ حدیث رسول اللہؐ حجت شرعیہ ہے۔ اور اسلامی احکام و قوانین کا مأخذ و منبع، اور دوسری طرف ایک روایت ایسی ملتی ہے جو یہ ثابت کرتی ہو کہ حضرت صدیقؓ نے روایت حدیث سے روکا ہے۔ تو انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ درست ہو سکتا ہے، کہ ایک روایت کی خاطر تمام امت کی پوری تاریخ اور اسلامی زندگی کے تمام ریکارڈ کو تلف کر دیا جائے۔

اس موقع پر ہم دوسری تمام تفصیلی دلائل کو چھوڑ کر تاریخ کی مستند روایات کی بنا پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خود حضرت صدیق اکبرؓ کا اپنا طرز عمل اپنے دور خلافت راشدہ میں کیا تھا۔ کیا کسی واقعہ کے پیش آنے کی صورت میں انہوں نے سنت رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کر کے حکم ثابت کیا یا نہیں۔ سند دارمی کی مشہور روایت ہے کہ ان ابو بکر، ادا و سراد ابو بکر رضا کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوتا تو پہلے کتاب اللہ فان وجد فیہ ما

لیقظہ بلینہم قضی بہ۔ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک الامر سنة قضی بہ فان اعیال ذلک خرج فسأل المسلمین۔

اور حضرت صدیق اکبرؓ کا یہی طرز عمل علامہ ابن تیمیہؒ نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے۔ اور علیفہ مقرر ہو جانے کے بعد مسجد نبویؐ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو سب پہلے خطبہ دیا اس میں فرمایا:

یا ایہا الناس قد ولیت امورکم ولسنت بخیرکم وکنن نزل القرآن وسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم السنن فعلمنا فعلینا ایہا الناس انما متبع ولسنت بمبتدع فان احسننا فاعینونی وان زغت فقومونی (طبقات ابن سعد ج ۲ صفحہ ۱۲۹)

اور اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کر کے مجھے درست کرو۔

میں غور کرتے۔ اگر اس میں اس واقعہ کا حکم پاتے تو اس کے موافق فیصلہ کر دیتے۔ اور اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی سنت معلوم ہوتی تو اس کے موافق فیصلہ کرتے۔ اور اگر اس سے بھی عاجز ہو جاتے تو پھر ہر تشریف کے آئے اور مسلمانوں سے اس معاملہ میں رائے پوچھتے۔

اور حضرت صدیق اکبرؓ کا یہی طرز عمل علامہ ابن تیمیہؒ نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے۔ اور علیفہ مقرر ہو جانے کے بعد مسجد نبویؐ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو سب پہلے خطبہ دیا اس میں فرمایا:

یا ایہا الناس قد ولیت امورکم ولسنت بخیرکم وکنن نزل القرآن وسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم السنن فعلمنا فعلینا ایہا الناس انما متبع ولسنت بمبتدع فان احسننا فاعینونی وان زغت فقومونی (طبقات ابن سعد ج ۲ صفحہ ۱۲۹)

اور اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کر کے مجھے درست کرو۔

مجمع عام میں تمام صحابہ کرام کے سامنے اپنے دور خلافت کے لئے کتاب اللہ اور سنتہ رسول اللہ کی پیروی کرنے کے یہ اصول قائم طے کرنے اور اعلان کرنے کے بعد آپ نے اپنی زندگی میں اس کی عملی مثالیں پیش فرمائیں۔ اس اصول کی عملی مثالیں ملاحظہ ہوں :-

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کہ جدا نظر آنکھوں سے اوجھل نہ ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حدیث کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور آپ نے روایت حدیث کی طرف رجوع کی۔ صحابہ کرام میں یہ اختلاف رائے ہوا کہ جدا نظر کو کہاں دفن کیا جائے۔ کچھ لوگ کہتے تھے مسجد نبوی میں رکھا جائے اور کچھ لوگ کہتے تھے دیگر صحابہ کرام کے قریب جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ اس کا فیصلہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نے کیا۔ اور محض اپنی رائے اور عقلی فیصلہ کی بنا پر نہیں بلکہ آپ نے اپنے فیصلہ کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی کی روایت پر رکھی۔ آپ نے فرمایا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے :- کہ

ما قبض نبی الا دفنت | جہاں پر نبی کی روح قبض ہوتی
حيث يقبض - | جہاں وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس روایت حدیث کو سب صحابہ کرام نے تسلیم کیا۔ سب صحابہ کرام نے اس روایت کے بعد متفق ہو کر وہیں دفن کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ جاتے وفات کا فرض تھا کہ وہیں قبر مبارک کھودی گئی۔ اور جائے وفات یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ ہزار مقدس قرار پایا۔ (موطا امام مالک ص ۱۷۷ و ابن ماجہ ص ۱۷۷)

کتب احادیث کی اس مستند روایت کو (یا بصراحہ منکرین حدیث تاریخ کی اس قوی روایت کو) پیش نظر رکھنے

کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیث رسول اللہ سے استدلال فرمایا کرتے تھے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام کے ہاں استدلال یا حدیث ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ سب نے حدیث رسول اللہ سکر اسے منظور کر دیا۔ اور کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ عملاً اسے قبول کر کے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ تمام صحابہ کرام کا یہ اجماع خود ایک دلیل قطعی ہے۔

(۲) دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر حضور کی میراث میں اپنا حصہ طلب فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورثنا ما تركناه صدقة انما مال كل منكم لله | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ اس مال میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غناہا کھائی سکتا ہے۔ خدا کی قسم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تغیر و تبدل نہ کروں گا۔ اور میں اس میں وہی کروں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ (یعنی مسلم شریف ج ۲ ص ۱۷۷ و بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۷)

یہ ایک مستند تاریخی واقعہ ہے۔ جس سے منکرین حدیث کو بھی مجال انکار نہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سننے کے بعد اس معاملہ میں خاموشی اختیار کی۔ اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ کتاب اللہ کی رو

قصہ یہ ہے، کہ :-

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت اپنے پوتے کی میراث مانگنے آئی۔ فرمایا قرآن میں تمہارے حصہ کا ذکر نہیں۔ اور نہ دادی کے حصہ کے متعلق مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم معلوم ہے۔ اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ انہوں نے کہا، مجھے معلوم ہے بناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دادی کو چھٹا حصہ دلاتے تھے۔ فرمایا کوئی اور شاپسے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دہی۔ ان کی شہادت سن کر آپ نے اس عورت کو چھٹا حصہ دلوادیا۔ (تذکرۃ الحفاظ جامعہ) (مشکوٰۃ شریف بہ روایت امام مالک، احمد، ترمذی، ابو داؤد دارحجی، ابن ماجہ)۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جو کتب حدیث کے علاوہ تذکرۃ الحفاظ اور اسی طرح سیرت صدیق اکبر کی کتابوں میں منقول ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر کے اس فیصلہ کی بنا پر جو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی روایت پر اعتماد کر کے کیا ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ پوتے کے مال میں جب کہ اس کی ماں زندہ ہو، اس کی دادی کا چھٹا حصہ بطور میراث شرعی مقرر ہے۔ امام سرخسی نے لکھا ہے :-

اعلم بان الحجة صاحبة فرض و فريضتها وان كان لا قتلى في القران فهي ثابتة بالسنة المشهورة و اجماع الصحابة و السلف والخلف و كفي باجماعهم دادی اور نانی بھی ذوی الفروض میں سے ہے۔ اگرچہ اس کے مقرر کردہ حصہ کے بارے میں کوئی آیت قرآن مجید میں موجود نہیں۔ لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مشہورہ کی بنا پر ثابت ہے اور اس پر صحابہ کرام اور ائمہ اچھے تمام علماء امت کا اجماع ہے۔

مال منزوکہ میں نصف محمد میراث ہے رواں کانت واحداً فلها النصف، اور حدیث رسول اللہ دین میں حجت نہیں۔ لہذا میرا دعویٰ اس طرح قائم ہے۔ اور اپنا حصہ وصول کئے بغیر میں واپس جاتی۔ اور نیز تمام صحابہ کرام کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا۔ اور کسی نے کبیر نہیں کی۔ صدیق اکبر اور دوسرے تمام صحابہ کرام اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں بدظنی رکھنے والے اور ان کو مورد ظن و الزام قرار دینے والے لوگ جو کچھ کہتے رہیں، ان کی بات تو علیحدہ ہے۔ اور ان کا جواب بھی معقول سے معقول دیا جا سکتا ہے۔ منکرین حدیث تو غالباً حضرات طغیانہ راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وہ پوزیشن تو اختیار نہیں کرتے۔ اور جب وہ تذکرۃ الحفاظ کی وہ روایت حضرت صدیق اکبر کی زبان سے مرے لے لے کر لوگوں کو سناتے اور سمجھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں وہ بدگمان نہیں۔ اور ان کو واقعہ میں صدیق اکبر خلیفہ راشد اور دین متین کا سچا خادم اور نظام اسلام کا ایک رکن اعظم سمجھتے ہیں۔ پس وہ خود کریں کہ کیا حضرت فاطمہؓ کے اس واقعہ میں روزہ شن کی طرح ثابت نہیں ہوتی کہ تمام صحابہ کرام کے ہاں حدیث حجت شرعی تھی؟ اور حدیث ہی کی بنا پر یہ مسئلہ ربیع متفقہ طور سے تسلیم کر لیا۔ کہ انبیاء کرام کے مال منزوکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ اور وہ ایک حدیث جاریہ کے طور پر وقف ہوتا ہے۔

(م) ایک تیسرا واقعہ بھی سن لیجئے۔ یہ قصہ امام حدیث کی مستند کتابوں میں صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ مروی موجود ہے۔ لیکن ہنریہ ہے کہ آپ اس کا حوالہ تذکرۃ الحفاظ میں اسی صفحہ ۳۴ جداول ہی پر دیکھیں، جہاں سے منکرین حدیث حضرت ابو بکر صدیق کی وہ پہلی روایت نقل کرتے ہیں

<p>ابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہے کہ حدیثوں کی روایت میں اعتیاد اور سوچ سمجھ سے کام لیا جائے۔ یہ نہیں کہ روایت حدیث کے دروازہ کو بالکل بند کر دیا جائے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب آپ کے سامنے وادی کی میراث کا قصہ پیش ہوتا اور انہوں نے اس کا حکم کتاب اللہ میں نہ پایا تو دیکھتے انہوں نے اس کے متعلق کس طرح حجت سمجھ کر معلوم کرنا چاہا۔ اور جب انکو ایک ثقہ آدمی نے خبر دی تو اس پر اعتماد ہونے کے باوجود اس پر اعتقاد نہیں کیا۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے ثقہ شخص سے اس کی تصدیق حاصل کر لی اور پھر عمل کیا۔ اور یہ نہیں پایا کہ بس ہم کو کتاب اللہ کافی ہے۔ جیسے کہ خواجہ کہتے ہیں۔</p> <p>امید ہے کہ آپ کے پرنیزگ ویدہ دوست کے پیدا کئے ہوئے اس وسوسہ کا ازالہ مندرجہ بالا تفصیل سے اچھی طرح ہو جائیگا۔ آئندہ بھی محض ان لوگوں کی باتیں سن کر کوئی شبہ دل میں پیدا نہ کیجئے۔ یہ حضرات عموماً روایات میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔ اور تبلیغ و تمسک کرتے رہتے ہیں، کسی جید عالم کے سامنے اس شبہ کو پیش کر کے قبیح حاصل کیا کریں +</p>	<p>سأضی اللہ عنہ التثبت فی الاخبار والتحری لا سدا باب الروایة الاتر لا لما نزل به امر الجدة ولم یجدہ فی الکتاب کیف سأل عنہ فی السنن فلما اخبرہ الثقة ما کتفے حتی استظهر ثقة آخر و لم یقل حسبنہ کتاب اللہ کما تقولہ الخو اساج (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۷)</p>	<p>اور یہ اجماع اس مسئلہ کے اثبات کیلئے کافی حجت ہے۔</p> <p>اب آپ غور کیجئے کہ تذکرۃ الحفاظ کے صنف پر حضرت صدیق اکبر کا ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ اور اسی صنف پر ایک آپ کا فعل منقول ہے۔ یہ تو بالکل علمی خیانت ہے کہ قول کو نیکر عام مسلمانوں کے سامنے اسے ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر پیش کیا جائے۔ اور یہ مشہور کیا جائے کہ حضرت صدیق اکبر روایت حدیث سے روکتے تھے۔ لہذا ان کا مسلک یہ تھا کہ حدیث رسول اللہ دین میں حجت نہیں۔ اور فعل کا ذکر تک بھی نہ کیا جائے۔ اور اس کو چھپانے کی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ منکرین حدیث کا رویہ ہے۔ بلکہ انصاف یہ ہے کہ تذکرۃ الحفاظ کی یہ دونوں روایتیں نقل کر دی جائیں۔ اور پھر خود سوچا جائے کہ کیا یہ صورت ممکن ہے کہ خیر الخلائق جملہ الانبیاء اور خلیفہ راشد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل میں یہ تضاد و تخلف ہو؟ جب ایک ادنیٰ مسلمان کے لئے یہ ایک عیب و نقص کی بات ہے تو یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ صدیق اکبر کے ہاں یہ بات پائی جا سکے۔ پس اس قول و عمل کے درمیان توافق و تطبیق کی کوئی صورت تلاش کر دینی چاہئے۔ اور ہر مسلمان ان دونوں روایتوں کو دیکھ کر اس پر غور کرے گا کہ کوئی مناسب توجیہ کر دی جائے تاکہ یہ تضاد و تخالف باقی نہ رہے۔ خود علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے اسی صنف پر توجیہ ذکر کر دی ہے۔ اور تضاد و تخالف کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن مجید کے یہ نام نہاد داعی اس بات میں بھی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور علامہ ذہبی کی تطبیق عام مسلمانوں کے سامنے بیان نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں :-</p>	<p>فہذا المرسل یدلک ان مراد الصدیق</p>
--	--	---	--

رمضان المبارک کے متعلق مفید مسائل

(ادارہ)

روزے میں نیت کی ضرورت کا بیان :-

روزہ میں نیت شرط ہے۔ (نیت کے معنی دل کے ارادے کے ہیں)۔ اگر روزے کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نام نہن کچھ کھایا یا پیا نہیں۔ تو روزہ ادا نہ ہوگا۔ رمضان کے روزہ کی نیت دوپہر کے وقت تک کر سکتا ہے۔ یعنی قریباً گیارہ بجے تک۔ اس کے بعد اگر نیت کرے گا تو معتبر نہ ہوگی۔ زبان سے نیت کرنی فرض نہیں۔ لیکن بہتر اور مستحب ہے کہ سر کا کھانا کھا کر روزہ کی نیت کر لی جائے۔ اگر افطار کے وقت ہی نیت کرے تب بھی جائز ہے۔ بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ نیت کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بلکہ صبح صادق ہونے سے پہلے کھانا پینا وغیرہ بلا شہرہ درست ہے۔ نیت کی ہویا نہ کی ہو۔

ان باتوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا

نہیں توڑتا۔ بے اختیار حلق میں گرد و غبار یا کھٹی میچر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ آٹا پیسنے والی اور تبا کو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا و بھرہ اڑ کر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کان میں پانی چلا جائے۔ یا خود بخود تے آجائے، یا خواب میں غسل کی حاجت ہو جائے، یا تے آکر خود بخود لوٹ جائے۔ ان چیزوں سے روزہ نہیں جاتا۔ اور کچھ غلط نہیں آتا۔ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا۔ خوشبو سونگھنے سے کچھ غلط نہیں آتا۔ بلغم نکل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر

قصصے کی گرتھوڑی سی (یعنی منہ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا۔ تھوڑی سی تے آئی، اور قصداً لوٹ کر نکل گیا۔ تو اس میں اختلاف ہے۔ اگر کوئی بھول کر روزہ میں کچھ کھاپی رہا ہے تو ہی و مندرست ہے تو اس کو یاد دلانا جائز ہے۔ اگر ضعیف و ناتوان ہے تو نہ یاد دلانا درست ہے۔ اگر خود مسواک وغیرہ کرنے سے خون نکلے لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اگر خواب میں یا مجبوت کرنے سے رات کو غسل کی حاجت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہیں کیا۔ تو روزہ میں غلط نہیں آتا۔ اگر دن کو سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہو گئی تو روزہ میں ذرہ بھی نقصان نہیں آیا۔

جن باتوں سے قضا واجب ہوتی ہے۔

قضا اسے کہتے ہیں جو روزہ میں پانی چلا جائے۔ یہ سب چیزیں روزہ کو توڑنے والی ہیں۔ مگر صرف قضا آئینہ کفارہ واجب نہیں۔ کنکر یا لوسے تاسے وغیرہ کو نکل جائے تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اور صرف قضا واجب ہوگی۔ کفارہ نہیں۔ رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحر کھالی تو اس روزہ کی قضا واجب ہوگی۔ دن باقی تھا غلطی سے سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ روزہ کھول لیا۔ تو صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں۔ جان بوجھ کر بغیر بھولنے کے، صحبت کرنا، کھانا، پینا

روزہ کو توڑتا ہے۔ اور قضا بھی آتی ہے اور کفارہ بھی کفارہ کیا ہے ؟ ایک غلام آزاد کر دینا۔ اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر ۶۰ روزے رکھنا۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساتھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

د مفصل حال کسی عالم سے دریافت کر لو، ہوتا جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور جسے مکروہ نہیں بلا ضرورت کسی شے کو چبانا یا ننگ وغیرہ کا ذائقہ

دیکھ کر تھوک دینا مکروہ ہے۔ قصداً منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نکل جانا مکروہ ہے۔ تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے۔

اور اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ فصد کرنا، پچھنے لگوانا روزہ میں مکروہ ہے۔ غیبت، بدگوئی، رذائے جھگڑا

روزہ کو مکروہ کر دیتے ہیں۔ اور ثواب بہت کم رہ جاتا ہے۔ مسواک کرنا، سر پر یا مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں۔ آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں۔ سرمہ لگانے سے یا سرمہ لگا کر سو

جانے سے روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا۔ ناواقف لوگ جو مکروہ سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا منع نہیں۔ اگر بی بی کو اپنے خاوند یا نوکر کو اپنے آقا کے قصد

کا اندیشہ ہو تو کھانے کا ننگ چکھ کر تھوک دینا مکروہ نہیں۔ روزہ نہ رکھنے کی اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی

اجازت کا بیان طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزہ نہ رکھے۔ تندرستی کے وقت قضا کرے۔ اگر روزہ رکھنے

کی وجہ سے مرض کے زیادہ ہو جانے کا خوف ہے، تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ پھر قضا رکھے۔ حاملہ کو اگر

سبچے یا اپنی جان کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا اور پھر قضا کر لینا جائز ہے۔ اپنے یا خیر کے

بچہ کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ضرر ہو تو قضا کر لینا جائز ہے۔ ہمارے نواح کے چھتیس

کو س یعنی انگریزی ۲۸ میل کا سفر ہو یا اس سے زیادہ ہو، وہ شرعی کہلاتا ہے۔ یعنی ایسے سفر میں مسافر

کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ واپس آنے کے بعد قضا کرے۔ اگر کوئی مسافر وہاں پہلے اپنے وطن

میں پہونچ گیا۔ اور اب تک کچھ کھایا یا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اب سفر کا عقد

باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص کسی تیز سواری یا ریل میں دو تین گھنٹہ میں ۲۸ میل پہونچ جائیگا۔ اس کے لئے بھی

سفر کی رخصت یعنی کا قصر اور انظار کی اجازت حاصل ہو جائیگی۔ بہت بوڑھا ضعیف جس کو روزہ میں نہایت

شدید تکلیف ہوتی ہے، روزہ نہ رکھے۔ اور ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر گندم (دو وزن انگریزی) مسکین

کو دے۔ لیکن اگر پھر کبھی طاقت آجائیگی تو قضا رکھنی ضروری ہوگی۔ عورت کو اپنے مہسولی عقد یعنی حیض

کے ایام میں روزہ رکھنا حد سنت نہیں۔ اسی طرح پیدائش کے بعد جتنے روز خون آئے۔ جب خون بند ہو جائے روزہ

رکھنا چاہئے۔ جن لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، بلا تکلف ان کو سبکے سامنے کھانا پینا نہیں چاہئے بلکہ تعظیم رمضان المبارک لازمی ہے۔

روزہ توڑنے کا بیان روزہ بلا کسی شدید اور قوی عند اور قضا رکھنے کا ذکر کے توڑنا جائز نہیں۔ پس اگر ایسا

سخت بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ غالب ہے یا بیماری بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے۔ یا ایسی شدید پائیں

لگی ہے کہ موت کا اندیشہ ہے۔ تو روزہ توڑ ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے۔ اگر کسی عند سے روزہ سے قضا ہو گئے

ہوں تو جب عذر جاتا ہے جلد ادا کر لینا چاہئے۔ قضا رکھنے میں اختیار ہے، کہ متواتر (یعنی برابر لگاتار) رکھے۔ یا جدا

جدا متفرق۔ اگر قضا کھنے کا وقت پایا۔ لیکن بغیر ادا کیے
مرگیا۔ تو مناسب ہے کہ وارث ہر روزہ کے لئے پونے دو سیر
گندم صدقہ کریں۔ اور مال چھوڑ گیا ہے۔ اور روزہ کے
صدقہ کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کرنا لازم و واجب ہے۔
سحری کھانے کا بیان روزے کے لئے سحر کھانا مسنون
اور فضیلت ہے۔ اور باعث ثواب ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سحر کھانا یا کرو
کہ اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ خوب
پیٹ بھر کر کھائے۔ بلکہ ایک دو قلمہ یا چھوٹے کا ٹکڑا یا
دو چار دانے چیلے گا تب بھی سنت کا ثواب پائیگا۔ فیصل
و بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں صبح صادق ہو
سے ذرا پہلے کھائے۔ اگر دیر ہو گئی۔ اور گمان غالب یہ ہے
کہ صبح صادق ہو گئی تو سحر نہ کھانا چاہئے۔ اور اگر غالب
گمان رات کا ہو تو کھالے۔ پھر اگر کسی طرح معلوم ہوا کہ
فی الحقیقت صبح ہو گئی تو شام تک کھانا اور پھر قضا رکھنا لازم
ہے۔ اور اگر کسی مؤذن نے یا کسی مرجع نے صبح صادق سے
پہلے اذان دیدی تو سحر کھانے کی ممانعت نہیں۔ جب تک
صبح صادق نہ ہو جائے۔ بلا تکلف کھاؤ پیو۔

روزہ افطار کرنے | آداب غروب ہو جانے کے بعد
کا بیان۔ افطار میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔

البتہ جس روزہ میں ہو، احتیاط کے لئے ذرا دیر کرنا بہتر ہے۔ کھجور
یا خرما سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے۔ اگر یہ نہ ہو
تو پانی بہتر ہے۔ آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی، چاول شیرینی
وغیرہ سے افطار کرنے سے ہرگز کراہت اور نقصان روزہ میں
نہیں آتا۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو۔ ادا
خرما اور کھجور سب سے افضل ہے۔ اگر کسی دوسرے کی دی
ہوئی چیز سے روزہ افطار کر دے تو تمنا کا ثواب ہرگز کم ہوگا۔

اس کو اللہ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائے گا۔ پھر تم اس کو
واپس کر کے کیوں منکر کھاتے ہو۔ البتہ یہ مال حرام یا مشتبہ
ہو تو ہرگز قبول نہ کرو۔ حدیث و فقہ سے ثابت ہے کہ اگر
روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز
وجامعت میں دس بارہ منٹ کی تاخیر کر دیجائے تو کچھ
مضائقہ نہیں۔ افطار کرنے سے پہلے یہ مختصر دعا کافی ہے۔
اَللّٰهُمَّ لَكَ خُفْتُ وَعَلَى سَهْوٍ اَفْطَرْتُ۔ اور
افطار کرنے کے بعد یہ: ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ
الْعُرْوُوقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

تراویح اور وتر
کا بیان

بیس رکعت تراویح باجماعت مسنون
ہے۔ بعض لوگ بارہ یا آٹھ بتلاتے ہیں۔ غلط ہے۔ اگر نماز
بلا معاوضہ پڑھنے والا مل جائے تو تمام رمضان میں ایک
قرآن مجید ختم کر دینا چاہئے۔ اس قدر زیادہ پڑھنا مکروہ
ہے، جس سے اکثر مقتدیوں کو تکلیف ہو۔ اور تین دن سے
کم میں ختم کرنا اچھا نہیں۔ اگر تراویح میں دو رکعت پڑھنا
بھول گیا اور پوری چار پڑھ کر سلام پھیرا تو ان چاروں کو دو کی
جگہ شمار کرنا چاہئے، چار نہ سمجھے۔ جس شخص کی دو چار رکعت
تراویح رہ گئیں۔ وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھے۔
اور پھر اپنی تراویح ادا کرے، تو درست ہے۔ جس شخص کو
عشاء کے فرض باجماعت نہیں ملے وہ وتر کو امام کے ساتھ
باجماعت پڑھ سکتا ہے۔ جو حافظہ و پیہ کی طبع میں قرآن مجید
سناتا ہے، اسی سے وہ امام بہتر ہے جو الہم تو کفیت
تراویح میں بغیر لالچ کے پڑھا ہے۔ اگر اجرت مقرر کر کے
قرآن مجید سنا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا، نہ مقتدیوں کو۔
اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں، سخت گناہ ہے۔

نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔ بڑا یہ وغیرہ سے ایسا ہی

اعتکاف اور شرب
کا مختصر بیان

آئیر عشر میں اعتکاف

کا مختصر بیان سنت ہے۔ اگر تمام بقی میں کوئی شخص بھی نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال ہے۔ اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہنا۔ اور سوائے حاجت ضروری اور غسل و دروضہ کے باہر نہ آنا۔ خاموش رہنا اعتکاف میں ہرگز ضروری نہیں۔ البتہ نیک کلام کرنا اور بد کلامی اور شرابی جملہ سے بچنا چاہیے۔ اعتکاف اس مسجد میں ہو سکتا ہے۔ جس میں چنگان نماز جماعت سے ہوئی ہو۔ اگر کوئی آخر عشرہ اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے۔ اور جب عید کا چاند نظر آئے تو اعتکاف سے باہر ہو۔ یہ بھی جائز اور باعث ثواب ہے کہ ایک دو روز یا ایک آدھ گھنٹہ کے لئے اعتکاف کی نیت مسجد میں ہے۔ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ کو آدھایت میں راوی ہے۔ لہذا ان مخصوص راتوں میں بہت محنت سے عبادات میں مشغول رہنا چاہیے۔

صدقۃ الفطر کا بیان :-

صدقۃ الفطر کا بیان :- صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس ضرور یا تنہ خانہ کے علاوہ ساٹھے باون تولہ چاندی یا اسی قدر وزن کے روپیہ ہوں یا نذر ہو یا مال و جائیداد یا تجارت کا مال ہو۔ یا ساٹھے سات تولہ سونا ہو۔ یا اسی قدر وزن کی اشترلیاں یا ذیر ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اس مال پر سال بھر بھی گند گیا ہو۔ اگر کسی کے پاس بہت مال ہے۔ لیکن قرض اس قدر ہے کہ اگر ادا کیا جائے تو ساٹھے باون تولہ چاندی یا اسی قیمت کا اسباب باقی نہیں رہتا، تو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں۔ جس شخص کے پاس مذکورہ بالا مال

یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف بھی صدقۃ الفطر ادا کرے۔
 اور اپنی چھوٹی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی۔ صدقۃ
 الفطر ایک آدمی کا بوزن انگریزی پونے دو سیر گرام ہیں۔
 یا ان کی قیمت۔ جو ساٹھ سے تین سیر۔ اپنے عزیز واقارب
 تک زیادہ مستحق ہیں۔ ایک شخص کو کئی آدمیوں کا
 صدقۃ الفطر دیدیا جائے تو درست ہے۔ اور اگر ایک
 آدمی کا صدقۃ الفطر کئی محتاجوں کو دیدیں تو بھی درست
 ہے۔ عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا بہت زیادہ ثواب
 کا باعث ہے۔ جس نے کسی عذر سے یا غفلت سے
 روزے نہیں رکھے۔ اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے۔
 بشرطیکہ مذکورہ بالا مقدار مال رکھتا ہو۔ صدقۃ الفطر مؤذن
 یا امام وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اور مسجد کی
 تعمیر اور اسکے مصارف میں لگانا بھی درست نہیں۔

اگر مطلع صاف ہو تو رمضان کے اور عید کے چاند میں
 بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہوگا۔ ایک دو کے قول
 کی سند نہیں۔ اگر مطلع صاف نہیں تو رمضان کے
 چاند میں ایک مسلمان کا خبر دینا کافی ہے۔ خواہ مرد ہو
 یا عورت۔ بشرطیکہ ناسق نہ ہو۔ اور عید کے لئے دو مرد
 ہوں۔ یا ایک مرد، دو عورتیں۔ اور یہ گمبیں کہ ہم گواہی
 دیتے ہیں کہ چاند دیکھا ہے۔ اور شرط یہی ہے کہ فاسق و
 بدکار نہ ہوں۔ یہ سب مسائل فقہ و حدیث کی معتبر
 کتابوں سے لکھے گئے ہیں۔

ترکیب نماز عجمہ: پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر سبحانک اللہم آؤنگ پڑھے۔ اور دوسری و تیسری تکبیر میں ہاتھ چھوڑ دے جائیں۔ اور چوتھی تکبیر میں پھر ہاتھ باندھ لے جائیں امام فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور مقتدی خاموش رہیں۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ و سورۃ کے تین بار تکبیر کریں۔

نہ تنقیدی خاموشی کے ساتھ سنیں۔ نماز عید الفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے +

ماہ رمضان اور قرآن

(از جناب مولوی عبد المجید صاحب)

مغز ناظرین! خدائے عزوجل ماہ رمضان کی فضیلت
ایکام قرآن مجید میں اس طرح بیان فرماتا ہے :-

(۱) شہرہ رمضان الذی انزل فیہ القرآن -

(۲) ہدی للناس وبنیات من الہدی والفرقان -

(۳) فمن شهد منکم الشهر فلیصمه -

وا یعنی ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔

(۴) لوگوں کی ہدایت کے لئے کھلے احکام اور حق و باطل میں فیصلہ

دہاں ہیں جو اس مہینہ کو پائے روزہ رکھے۔

کرم حضرات! اس آیت کے تین اجزا ہیں۔ اور وہ

بہت واضح۔ پہلے حصے میں واقعہ کا بیان ہے۔ یعنی ماہ رمضان

وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ دوسرے حصے میں

قرآن کی عظمت و انقلاب انگیز قوت کا بیان ہے۔ اور تیسرے

حصے میں جو حکم دیا گیا ہے، پہلے دو حصوں کا نتیجہ ہے۔

یعنی اس میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عزیز بھائیو!

اس میں کیا راز مخفی ہے کہ رمضان میں قرآن اترا۔ اس

واسطے کہ سب روزے رکھیں۔ فاقہ کشی اور قرآن میں کیسا

مذاہبت ہے۔ حق کے متلاشی بھائیو! اب غور سے

مسلمانان عالم کی حالت پر ایک نظر کرو۔ اس گئے گزشتہ زمانے

میں بھی آپ صاحبان مسلمانوں میں اتیار، قربانی، بے ریائی

اور خدا پرستی اور ہمدردی کا نمونہ دیکھیں گے۔ یہ خدائے

عزوجل کی مہربانی اور قرآن مجید کا اعجاز بھی ہے کہ شاہ و

گدا، عالم و جاہل ایک قانون کے تابع ہیں۔ ان کی زبانیں

بیاس کے سبب سے خشک، چاروں طرف کھانے پینے

کے سامان موجود ہیں اور ان کے اضطراب کو لذت و فرحت

کی دعوت دے رہے ہیں۔ اگر وہ کمپانی لے تو کیا کوئی کچھ

بگاڑ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ قرآن جاؤں مولاکریم کے کہ

اس کے حکم کے زیر فرمان ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد اس گئے

گذرے زمانے میں بھی کروڑ ہا مسلمانوں میں سے ایک نہیں

جو دم مار سکے۔ نہ تو ایک نوالہ کھا سکتا ہے، اور نہ کوئی فقیر

تنگ دست ایک گھونٹ پانی پی سکتا ہے۔ سب دم بخود ہیں

ایک قانون کے تابع ہیں۔

فلسفہ رمضان

ناظرین! تمکین! ماہ رمضان ایک مسلسل اور مستقل

جہاد بالنفس ہے۔ روزہ دار ہر روز پیٹ پر حملہ آور ہوتا ہے

اور نفس نافرمان کی کمر توڑ دیتا ہے۔ جذبات کی آندھیاں ٹھم

جاتی ہیں۔ برادران اسلام! آج طبی اور علمی دنیا میں فاقہ کشی

کے علمی تجربات کا ہنگامہ پایا ہے۔ ڈاکٹروں و سائنسدانوں

کی ایک جماعت اسی روزہ سے جسمانی، اخلاقی امراض کا

علاج کر رہی ہے۔ مگر اسی پر مسلمانان عالم ساڑھے تیرہ سو

سال سے عامل ہیں۔

روزہ کا اثر اخلاق پر

امام خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کا عمدہ تمام جسمانی و

روحانی امراض کا سرچشمہ ہے۔ جب عمدہ مقوی اور پرورش

غذاؤں سے پے در پے لبریز کیا جائے تو دل و دماغ، عقل و

ضمیر اور جسم انسانی کا کوئی حصہ بھی ماہ اعتدال و صدق پر قائم

نیالات و خواہشات پر ہیزگار ہوں، آپ کی زبان، معدہ، اخلاق، نیت، علم، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، اس خمسہ اور ہر حالات و مسلمات پر ہیزگار ہوں۔

انقلاب اسلام میں کما حصہ

اے وہ لوگو! جو روزہ کو نہ رسی طور پر رکھنا کافی سمجھتے ہو۔ تاریخ اسلام اٹھارہ پر صو اور خود سے سوچو۔ اس کے بعد کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام نے ۲۰ سال کے قلیل عرصہ میں تمام دنیا کے اندر جو عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا تھا، تاریخ عالم میں اسکی مثال ناپید ہے۔ اس انقلاب میں روزہ داری کا حصہ بہت نمایاں ہے۔ عربستان میں سب سے بڑی مصیبت ناقہ تھی۔ تمام باشندگان ملک شراب و غیرہ بد رسومات میں غرق تھے۔ لیکن ۱۱ھ میں روزہ فرض ہوا۔ اس کے دو ہی سال بعد اس قوم میں جس کے بچے گھسی میں شراب پاکتے تھے حرمت شراب کا قانون نافذ کر دیا گیا۔ روزہ داری کا نظام اس برائے نام عرصہ میں جاہل اور اکثر عربوں کے دماغ کو اس حد تک تیار کر چکا تھا کہ صرف ایک منادی سے شراب کے ذخیرے منگے، وہ پیائے اور سامان کشیدہ تطف کر ڈٹے گئے۔ حضرت طلحہؓ کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس روزہ دینہ کی گلی کوچوں میں برسات کے پانی کی طرح شراب بہ رہی تھی۔ عرب کا ضد مقام بلکہ ملک صرف ایک دن میں شراب کی لذت سے پاک ہو گیا۔ صرف ہی نہیں بلکہ روزے کا سبب بڑا اثر جو عرب کے بدوؤں پر ہوا یہ تھا کہ روزہ داری کے اثر سے ان کے دل نکھر گئے۔ ادران کی روحیں پاک ہو گئیں۔ تمام قوم کی قوم آرام طلبی، رنگ، عیش و عشرت، محبت دنیا کے خیال سے ہٹ کر اللہ کے نام پر جان دینے کے لئے تیار ہو گئی۔ کیونکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ دل اس وقت موت سے

نہیں رہتا۔ ان معاصی کا واحد علاج روزہ ہے۔ روزہ براہ راست معدے پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اور جسم انسانی کے ہر حصہ کو تنکے کی طرح سیدھا کر دیتا ہے۔ جذبات نفس کی آندھیاں تھم جاتی ہیں۔ اور ہر حصہ جسم سے گناہ اور ظلم کی برائت چھن جاتی ہے۔ اور سیرت و اخلاق کا خبار آلود مطلع آنا فانا نکھر جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں حضور سرور عالم سرکارِ مدینہ کے ارشاد کے کہ شیا طین رمضان میں قید کئے جاتے ہیں۔

اسلامی و غیر اسلامی روزوں میں فرق

ہندو جوگیوں اور عیسائی باہمیوں میں فاقہ کشی کو ہمیشہ سے غلامی اور روح کی بیداری کا ذریعہ مانا گیا ہے لیکن ان کی امتیاز بندی یہ ہے کہ روح کو جگانے کے لئے جان کو مار دیتے ہیں۔ صرف یہی بات ہے کہ عام لوگ اس کی پیروی نہیں کر سکتے۔ فاقہ کشی کا سب سے افضل طریقہ وہی ہے جس کی سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے راہنمائی کی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ عام دنیا کے انسانوں کو صوم رمضان کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس لئے ہمیں ربانی نظام کی تبلیغ کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ہر ایک ملک کے مسلمان رمضان کے برکات کو اپنی زندگی سے منعکس کر کے تمام بنی نوع انسان کو اس کی عظمت و اہمیت کا عملی طور پر یقین دلاؤں تو کوئی وجہ نہیں کہ لوگ اپنے فائدے کی بات قبول نہ کریں۔ مگر قحط ہے تو صادق مسلمانوں کا۔ کیونکہ آج کل مسلمانوں نے قرآن کے اصول پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

بادشاہ اسلام! قرآن کریم نے روزہ کی عظمت و شان میں صرف وہی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں لعنکمہ تقون یعنی تم پر ہیزگار بن جاؤ۔ اور ہر حال میں تم پر ہیزگار بن جاؤ۔ تمہارا جسم پر ہیزگار ہو، تمہارا قلب پر ہیزگار ہو، آپ کے

فربضہ صوم

”مسلمانو! پیمینہ عمل کا بہترین نمونہ ہے“

(از مسؤلانا عتیق احمد صاحب)

سب طرف سے محیط ہوئیں۔ کبھی ظاہری طاقت ان کے
فکار نے کے درپے ہوئی تو کبھی یونانی فلسفہ کے متغفل
دروازے کھولے گئے۔ تاکہ ان الہی علوم کو اپنی روانی میں
بسا لیا جائے۔ لیکن چونکہ یہ تکمیل کسی دماغی اختراع کی رہی
منبت نہ تھی۔ اور نہ کسی ظاہری قوت و شوکت و شہمت
و دبدبہ کے ذریعہ سے اس کی ترویج ہوئی تھی۔ بلکہ حقیقت
میں یہ خدائی تکمیل تھی اور الہی قدرت و طاقت اس کی نشر
و اشاعت کی ضمانت ہوئی۔

ہم اے اس دعویٰ کی صداقت کے لئے صرف یہی
دلیل کافی ہے۔ کہ اس قانون کی روشنی نے ایک قیمتی ممکن
غریب و مفلس دنیاوی طاقتوں سے علیحدہ ایسے انسان
کے ذریعہ فضیلت و گراہی سرکشی و تردد کے جھرمٹ سے
ظہور اجلال فرمایا کہ جس کے ساتھ دنیا کی شہمت، و طاقت
کا فرمایا تھی اور نہ عظمت، و جلال و سلطنت ہی اس کی
حاجی۔ بلکہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک
اس کی صدائے حق کی مخالفت کا ایک عام ہجوم ہو گیا۔
سلطنتیں اس کی مخالف، قوتیں اس کے مٹانے کے چاہے۔
تاکہ خیر و اقارب اور رشتہ دار سب کے سب خون کے
پیاسے ہوئے۔ لیکن چونکہ اس قانون کی ترویج کے لئے خدائی
طاقت اور الہی قوت ضمانت تھی، اس لئے افعلائے عالم پر

اعتقادات و عبادات کا سلسلہ تو ابتداء آفرینش
عالم سے دنیا میں چلا آتا ہے۔ اہم سابقہ میں بھی مخصوص
طریقوں کے ساتھ خدا کی توحید کا قرار اور اس کی عبادات
و اطاعت کا ڈھنگ چلا آتا ہے۔

لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر
زمانہ میں ایک وقتی اور ماحولی احکامات و شرائع مصالح
عالم کو دیکھتے ہوئے مدقن ہوتے رہے۔ خواہ وہ الہامی طریقہ
سے ہونے، یا اختراعات و ایجادات انسانی انکشاف ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے ساتھ ساتھ ان احکامات
میں ترمیم و تخیل ہوتی گئی۔ تاکہ الہی احکامات و ایجادات
سبب انہما خواہشات اور طبعی تحریکات و جذبات کی دست
برد سے محفوظ و مامون نہ رہ سکے۔ ہماری یہ دلیل شرائع
اسم سابقہ کی نرس و عدم تکمیل کے لئے کافی
ثبوت ہے۔

ضرورت تھی اور فطرت کا تقاضا تھا، کہ اس
طرز عمل کے اختتام کو وقت آئے۔ اور اس خامی کو پورا کیا
جائے ایک مکمل و اکمل عالم ہو کہ جس کے بعد ترمیم و
تشیخ کے رسم بدکا خاتمہ ہو جائے۔ خدائی احکام و شرائع
انسانی طبعا و خواہشات کے پنجرے سے نجات پائیں۔

چنانچہ ہوا۔ ایسا ہوا کہ جس پر زمانے کے حوادث
امنہ امنہ آئے کفران و عدوان سرکشی و تردد کی گھٹائیں

محیط ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا اور آج تاریخ کے صفحات پر ہم بھی زمین حروف سے لکھا دیکھتے ہیں۔ کہ حق الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں ایک لاکھ نفوس کے مجمع میں جو کہ افراد عالم کے افراد پر جا دی تھا، ایک پیکر حق و صداقت الہی احکام و شرائع کا حامل کھڑا ہوا۔ اور اس قانون کی تکمیل کی بشارت کا اعلان کر دینے اور انعامات الہی کے تمام کا ثمرہ سناتے ہوئے خدائی رضا و خوشنودی کا تمغہ اقباز لیتا ہوا ایک لاکھ کے مجمع سے اس الہی ودیعت کے پورا کرنے کا اقرار لیتا ہے۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت
عليكم نعمتي ورضيت انعامات تم پر ختم کر دیئے۔ اور
لکم الاسلام تمہارے دین اسلام سے میں
دینا۔ راضی ہو گیا۔

اس تمہید سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ روز ہ بھی اسی طرح ہم سے پہلی امتوں پر فرض ہوتے ہوں گے۔ نہیں نہیں بلکہ ہوتے۔ خدائی کتاب خود اس کی خبر دے رہی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے خدائی امانت کی کیا کچھ قدر کی۔ اور خدائی فرائض و واجبات کا کیا کچھ حشر کیا۔ کیا انھوں نے الہی احکام کو اپنی خواہشات نفسانیہ کی آگ تو نہیں بنالیں؟ تحقیق تو اسی کی خبر دیتی ہے۔ کہ انھوں نے الہی احکامات کو مسخ کیا، اس کے اندر ترمیم و ترمیم کو نہ صرف جائز سمجھا، بلکہ اپنا حق جانا۔ اور جس طرح جانا اس سے اپنا الو سیدھا کیا۔

لیکن اسلام نے جہاں اصلی توحید کا مرقع عالم کے

سامنے پیش کیا، وہیں تمام احکام و شرائع کی بھی خدائی تجدید کے تحت میں رکھتے ہوئے تعمیل کی۔ یہی وجہ ہے کہ نتیجہ اور ثمرہ سے بہرہ اندوز نہ صرف مذہب اسلام کیا گیا، بلکہ اس کی علت خدائی اور اصل حقیقت سے بھی اسی قوم مسلم کو حصہ ملا۔ قال اللہ تعالیٰ:

يا ايها الذين امنوا اكتب مسلمانو! تم پر بھی روزہ فرض
عليكم النصيام کرنا۔ جس طرح سے کہ تم سے
كتب على الذين من پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے
قبلکم لعلکم تتقون۔ تاکہ تم پاکیزہ اور متقی ہو جاؤ۔

دینیوی احکامات و تعزیرات کے نافذ کرنے کا اصل
نشأ کیا ہوتا ہے، اطاعت حاکم و انقیاد حکومت و سلطنت اور
انڈفاع شرارت و فسق۔ دنیا کا قانون صرف انھیں اسباب
کے ماتحت جاری ہوتا ہے۔ کہ شروفساد کا استدیع حال ہو۔ اور
صلح و امن کا راج ہو۔

علیٰ ایہا فطرت کا تقاضا تھا کہ جس طرح عالم، جسم دنیا
ظاہری کے اندر قوانین و احکامات کا نفاذ اس کی اصلاح و دنیا کے
لئے لازمی چیز ہے، اسی طرح عالم روحانی کے لئے خدائی شرائع و
واحکامات کا نفاذ ایک لازمی امر ہے۔ تاکہ سرکش و فساد و
عدوان و کفران کی وجہ سے روحانی دنیا میں شروفساد کا ظہور
نہ ہو جائے۔ اور جس طرح عالم ظاہری میں حکومت و سلطنت و
کی نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے بعد عن طراوت ہو کر باعش
عقاب و عقاب سلطنت ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ عالم روحانی
میں بھی یہ مراتب قائم ہوں گے۔ انسانی ترکیب، ہیئت و ملکیت
کا مجموعہ ہے۔ عصبیان و کفران کی وجہ سے ہیئت کا حصر
غلبہ پاتا ہے۔ اور ملکیت میں ضعف آتا چلا جاتا ہے۔ جوں جو
نا فرمانی و معاصی میں ترقی ہوگی۔ ملکیت فنا کی طرف سرخ کرتی

جائے گی۔ تا آنکہ خدائی عتاب و عقاب کا مورد بن جاتا ہے۔
 علیٰ ہذا القیاس انقیاد و اطاعت اور فریاد و رنج کی وجہ سے
 قوائے شہوانیہ مغلوب اور ملکوتی صفات رو بہ ترقی ہوں گے
 تا آنکہ ہمیشہ کا خاتمہ ہو کر ملکیت کے آثار نمایاں ہونے
 لگتے ہیں

تقرب اور نزدیکی کے وہ وہ مراتب علیا نصیب
 ہو جاتے ہیں کہ جن تک تخیلات و قہرات کی جولانی اور
 عقل و کائنات کے پرواز پہنچ سکے۔

فلا تعلقہ نفس (یعنی) کوئی نفس ناطقہ اس کی
 ما اخصی لہم کہ سے واقفیت نہیں رکھ
 من قوۃ اعین سکنا کہ آنکھ نیک اعمال کے پلے
 جزاء بما کانوا میں مسرت بخش کیا کیا نعمتیں
 یعملون مخفی رکھی گئی ہیں۔

لا عین سہات (یعنی) ان نعمتوں کو جو کمال
 ولا اذن سمعت حسہ کیوں کو لیں گی نہ کسی
 ولا خطر فی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کاٹے
 قلب بشر سنا اور کسی کا دم و گمان وہاں
 (حدیث)

منجملہ انہیں خدائی احکامات و قوانین کے کہ جس کی
 تعمیل و فریاد و رنج ایسے ایسے مراتب علیا پر پہنچاتی ہے،
 ایک رمضان کا روزہ ہے۔ جو پہلے لوگوں پر بھی اگرچہ
 فرض کیا گیا ہے۔ لیکن خدائے قدیر اس کے تقیہ اور شرہ سے
 بہرہ اندوز کرنا صرف مسلمانوں کو چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کی
 علت خدائی کو بھی اس حکم کے ساتھ ظاہر فرما دیا ہے کہ
 روزے تم پر اس لئے فرض کئے جاتے ہیں کہ تم ان کی
 بدولت تقویٰ و طہارت کا مجسمہ اور ملکوتی صفات کا پتہ
 بن جاؤ۔ کہ جس کے بعد تم ہی گوارہ فضل و کرم آتی ہو۔ اور

تمہارے لئے یہی خدائی نظام و کرام کے دروازے کھل جائیں۔

کیا آپ نے کبھی خیال کیا کہ نماز و حج و زکوٰۃ کی ادائیگی پر
 خدا نے جنت کے وعدے فرمائے ہیں۔ لیکن روزہ داروں
 کے لئے اس سے کہیں بڑھک انعام و افضال کا حصہ ہے۔ اس کی
 اصل وجہ کیا ہے؟

وہ صرف یہ ہے کہ روزہ روزی ایک وہ چیز ہے کہ جس
 میں ایثار نفس تحمل و صبر و ہمدردی و اعانت، تشکر و
 اتقان، تقویٰ و طہارت وغیرہ وغیرہ جملہ صفات
 کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ جس کے بعد قوائے شہوانیہ
 اور عینا ہمیشہ کا خاتمہ ہو کر بعض صفات ملکیت سے
 انسان متصف ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد تقرب ملائکہ الرحمن
 و آسمانی قرب و نزدیکی کے فضائل اسکو نصیب ہوتے ہیں۔
 چنانچہ اس عمل کی بلند پروازی درگاہ رب قدر
 سے ورہ نہیں رکتی۔

قال النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کل
 عمل بنی آدم مریضاً
 الحسنۃ بعشر
 امثالہا الی
 ضعف
 قال اللہ تعالیٰ الا
 الصوم فانہ لی وانا اجزی
 بہ مبدیۃ ثم ہوتہ وطمعاً
 من الجلی (بخاری)

اور یہی وہ عمل ہے کہ جس کی وجہ سے انسان درجہ
 محبوبیت تک پہنچ جاتا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لخلف فملا صائم الخیر من اللہ من السک والزعفران
روزہ دار کے منہ کی بو اللہ
کے نزدیک بہتر ہے زعفران زیادہ
پسندیدہ و مرغوب ہے۔

اور جن جن انعامات و کرامات اس کو برہ اندوز کیا
جاتا ہے، ان کے احصاء و حقیقت کا تو خدا خدا ہے
قدر خوب جانتے والا ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کی روشنی
میں جن جن فضائل پر مطلع کرتی ہے۔ ان میں سے بعض
یہاں پیش کئے جاتے ہیں:-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم من صام رمضان
ایمانا واحتسابا غفر
لہ ما تقدم من
ذنبہ۔
حقہور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص نے محض
خدا کے لئے روزہ رکھے اس کے
اگلے گناہ سب معاف ہو
جائیں گے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
للصائم فرحتان
فدحة عند فطرہ
وفرحة عند
لقاء سابع الرحمن
حقہور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا روزہ دار کے واسطے
دو مسترتیں ہیں۔ ایک افطار
کے وقت۔ ایک اس وقت
جبکہ وہ محبوب حقیقی کے
جلال سے برہ اندوز ہوگا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لو تعلم امتی ما فی
رمضان من الخیر
لتمنیت ان یکون
الرمضان السنۃ
کلھا وان لوم الصائم
عبادة وصمته تسبیح
حقہور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر میری امت روزہ
کے برکات کو معلوم کرے تو
تمام سال کے رمضان ہو جائے
کی تمنا کرنے لگے۔ کیونکہ سونا
روزہ دار کا عبادت ہے۔ اور
اسکی خاموشی تسبیح و ذکر ہے۔

اور ترک تعلقات اور خوارق عادات
و فریفتہ نمو۔ اس کے زہد و توکل
اور محارفات و شفیقتہ زہد
توکل و محارفات و شفیقتہ زہد
کہ فرق مبطلہ مثل ہیود و نصاری
و جوگیہ و براجمہ دریں امور! فرق کے ساتھ ان امور میں شرکت
فرق محضہ شرکت دارند۔
انکے بعد ارشاد فرماتے ہیں:-
دارکار براتباع شریعت است
دارکار اتباع شریعت پر ہے۔

اور اس کے ہر عمل کا ثواب دگنا
ہوتا ہے۔ اور اس کی دعا قبول
ہوتی ہے۔ اور گناہ بخشے جاتے ہیں
اسی ماہ مبارک میں خدا کی ہدایت (قرآن حکیم) نے
نزول اجلا فرمایا:-
شہر رمضان الذی
انزل فیہ القرآن
ہذا ہی للناس
وہیات من الہدای
والفرقان۔ فمن شهد
منکم الشہر فلیصمہ۔
اور اسی ماہ مبارک میں وہ عظمت و جلال والی
شب ہے کہ جس کو ہزار مہینے کی راتوں سے زیادہ
فصلیت دی گئی ہے:-
انا انزلنا فی لیلة القدر
وما ادراسا ملک مالئکۃ
القدر۔ لیلة القدر
خبر من الف شہرا۔
اور ترک تعلقات اور خوارق عادات
و فریفتہ نمو۔ اس کے زہد و توکل
اور محارفات و شفیقتہ زہد
توکل و محارفات و شفیقتہ زہد
کہ فرق مبطلہ مثل ہیود و نصاری
و جوگیہ و براجمہ دریں امور! فرق کے ساتھ ان امور میں شرکت
فرق محضہ شرکت دارند۔
انکے بعد ارشاد فرماتے ہیں:-
دارکار براتباع شریعت است
دارکار اتباع شریعت پر ہے۔

اولیاء اللہ کی چھان

(از جناب مولوی محمد اویس ضامنکھی)

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني
يحبكم الله -
آپ فرما دیجئے اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت فرمائیں گے۔

ان آیات سے صاف طور سے واضح ہوتا ہے کہ محبت الہی کا صحیح معیار تقویٰ اور اتباع سنت ہے۔ اللہ کا دلی وہی ہے جو شریعت کا پیرو ہے۔ اور جو اتباع شریعت سے غافل ہے وہ اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیسے غصب کی بات ہے کہ آج اہل اللہ وہ لوگ ہیں جو بے رعب باتیں کریں۔ آزاد زندگی بسر کریں۔ اہل خیال سے غافل ہوں جن کی زلفیں بڑھی ہوں۔ کپڑے تنگے ہوں۔ اور اگر ولایت میں دو ایک قدم آگے بڑھ گئے تو انھیں غارِ زورہ بھی مٹا۔ شریعت کی قید سے وہ آزاد اگر شرک و بدعت میں ان کو پھنسا پاؤ تو سمجھو کہ اسی میں بھی کوئی بھید ہے۔ ان کے بیان مسلمات میں سے ہے کہ شریعت کی راہ دو سری ہے اور فقری کی راہ دو سری۔

یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اصل فقری تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقری ہے۔ پس جس کا فقہ فقرِ محمدی کے تابع ہے اور اس کے مطابق ہے۔ وہ تو صحیح راستے پر ہے۔ اور جو اس سے الگ ہے وہ شیطان کے فریب میں مبتلا ہے۔

اگر آدمی دنیا کی زندگی پر غور کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق

مسیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
مَنْ عَادَى بِيْ وَرَيْثًا
فَقَدْ بَاغَاؤُنِيْ بِمَا
الْحَقُّ سَابِقٌ۔
جس نے میرے دل سے دشمنی کی اس نے مجھے دعویت جنگ دیا۔

اللہ اکبر! اولیاءِ امت کا یہ مرتبہ جلیل! جو ان سے عداوت رکھے اس سے خدا کا اعلان جنگ ہے۔ مگر یہ عالی مقامی ہر کس ذات کو نصیب نہیں ہے۔ یہ مرتبہ بلند طاہر کو مل گیا۔ ہر مدعی کیواسے دار و حق کماں

پس دیکھنا یہ ہے کہ رہی انہی کے نزدیک اولیاء اللہ کون ہیں۔ کیا ہر کلیم پوش اور دلق بردوش دلی اللہ ہے؟ یا اس کے لئے کچھ اعمال اور کردار کی بھی شرط ہے؟ کلامِ الہی میں ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یخزنون۔ الذین امنوا وکالوا یقنون۔

اولیاء اللہ کی سب سے بڑی چھان یہ ہے کہ وہ متقی ہوں۔

ان اولیاء اللہ الملتنون | تقویٰ والے ہی خدا کے (سورۃ انفال) دوست ہیں۔

حضرت بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عادت کے عشق کا دعویٰ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔
شیخ ابو الحسن احمد خاوری فرماتے ہیں :-
من عمل عَمَلًا بِإِتِّبَاعِ
سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبِأَسْوَءِ حَسَبٍ - (رسالہ کشمیریہ)

سید الطائفة جلیلہ بنی فرماتے ہیں :-
من لم يحفظ القرآن
ولم يكتب الحديث لا يقتله
في هذا الامران علمنا
هذا مقيد بالكتاب
والسنة - (رسالہ کشمیریہ)

ارشاد فرمایا :- من جئنا هذا مقيد بالكتاب
والكتاب السنة - (رسالہ کشمیریہ) ہمارا سارا طریقہ (روایتی)
کتاب الہی اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہو۔
فرمایا :- الطریق کلہا مسدودۃ علی الخلق
الا علی من اتقى الله رسول صلی اللہ علیہ وسلم -
(رسالہ کشمیریہ) مخلوق پر تمام راستے بند ہیں، بجز اس کے کہ
سنت رسول پر چلے۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں
میں بار بار توحید اور اتباع شریعت کا حکم فرماتے ہیں :-
او صلیک بتقوی اللہ فطاعته لزوم وظاہر
الشراعیۃ - میں تمہیں خدا کے تقویٰ اور ظاہر شریعت کی
پابندی کی وصیت کرتا ہوں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سرور دہلوی حوارف میں
ارشاد فرماتے ہیں :- فاولی الناس حظا من
مطابعة الرسول اوفضہم حظا من محبة الله تعالى

رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الہی
دوسرے صحابہ کرام کے فقر کو دیکھو حضرت حسن بصری -
حضرت جلیلہ بنی خدیج، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت
خواجہ معین الدین چشتی، امیر ربیع رحمہم اللہ تعالیٰ کی درویشی
پر نظر ڈالو۔ ان کا قراۃ النکاحی درویشی کیا جناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فقراور درویشی کے تابع نہ تھے؟ ان
حضرات کو اس قدر بلند مرتبہ نصیب کس کی نامی سے
ہوتے؟ خود اولیاء امت کی زبان سے اس حقیقت کو سنو!
حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
من علامات المحب لله تعالى متابعه حبيب الله
صلى الله عليه وسلم في اخلاقه وافعاله واوامره
وسنته - (رسالہ کشمیریہ)

حضرت بشرحانی ایک بڑے پایہ کے بزرگ گذر
ہیں۔ رسالہ کشمیریہ میں ان کا ایک خواب درج ہے :-
قال سمعت النبي صلی
اللہ علیہ وسلم فی
النام فقال لی یا بشر انت
لما ساعدك الله من بين
اقدارك قلت لا یا
رسول الله - قال باتباعك
سنتی. وخذ منك
للصالحین. ونصیحتك
لاخوانك ومحبتك
لاصحابی واهل بیتی
هو الذي بلغك
منزل الا براس -

جو جس قدر زیادہ محبت الہی کا سرمایہ دار ہے۔

علمائے اہل سنت والجماعت کرامات اولیاء اللہ کے قائل ہیں۔ لیکن وہ اس کو دیل ولایت یا شرائط ولوازم ولایت سے نہیں سمجھتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات جداول ص ۱۲۷ میں لکھتے ہیں :-

ظہور خوارق از ارکان ولایت | فوق عادات کا ظہور ارکان
است نادر شرائط آں | ولایت ہے اس شرائط سے بیتر

اپنے مکتوبات ہی میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-
و بدانند کہ ظہور خوارق و کرامات | جانو کہ ظہور خوارق اور کرامات
شرط ولایت نیست | شرط ولایت نہیں ہے۔

اصل یہ ہے کہ طالبانِ خدا جب راہ سلوک میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے ساتھ امدادِ خداوندی مختلف صہدقوں سے شامل ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سعی و طلب میں ہمت افزائی اور تحریص و ترغیب کے لئے بعض آثار قدرت کا ان پر ظہور ہوتا ہے۔ کبھی قوت یقین کے لئے

ان سے غیر معمولی واقعات ظاہر کرائے جاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین سرور دہلی عوارف میں فرماتے ہیں :-

والحکمة فیران یزداد بایری | اور اس میں حکمت یہ ہے کہ
من خوارق العادات و آثار | خوارق عادات اور آثار قدرت
القدرة یقیناً فیقوی عز | کے مشاہدہ سے یقین میں یاقی
علی الزہد فی الدنیا والخروج | ہو۔ تاکہ زہد فی الدنیا اور خواہش
من وداعی الہوی | سے نکلنے پر اسکا عزم قوی ہو۔

اب اگر طالبِ خدا نے اسی کشف و کرامت کو اپنا معراج کمال سمجھنا شروع کر دیا۔ اور اس کی کوئی وقعت ذہن میں قائم ہو گئی تو یقیناً اس نے دھوکا کھایا۔ اس لئے کہ محققین صوفیہ نے تصریح کی ہے کہ کرامات بسا اوقات مالک کے لئے ایک قسم کا حجاب بن جاتی ہیں۔ سید الطائفہ حضرت شیخ علقمہ

جیلانی غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں :-

اذھی حجاب عن ربه | تا وقتیکہ وصول الی اللہ طیر
مالہ یصل الی اللہ عن ربه | نہ آجائے کرامتِ خدا سے حجاب،

شیخ محی الدین ابن عربی نے کرامت کی قسمیں بتلایا ہے۔ ایک کرامتِ عوام جس کو عوام کرامت سمجھتے ہوں۔ دوسرے

کرامتِ خواص، جس کو خاصانِ خدا کرامت پہناتے ہوں۔ عوام جس کو کرامت کہتے ہیں اس سے مراد طرق عادات ہے۔

اور خواص کے نزدیک خدا کی اس عنایت کا نام ہے جو کسی بندے پر اس شکل میں نمودار ہو کہ طاعاتِ الہیہ خلوت و جلوت میں دونوں میں یکساں لطف میسر آنے لگے۔ جمیع حالات میں تسلیم و رضا کی قوت پیدا ہو جائے۔ اور اللہ کی جانب سے سعادتِ ابدی کی بشارتیں نصیب ہوں۔

کرامتِ عوام کی وقعت خاصانِ خدا کے نزدیک کیا ہے ؟ اس حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی زبان سے سنئے، فرما :-

واما هذه التي تسمى | اور یہ جس کو عوام کرامت کہتے
عند العوام کرامۃ | ہیں، اہل اللہ نے اسکی طرف نظر

فالہا حال انشوا من | تک اٹھایا ہے۔ اس سبب سے
ملاحظہا المشارکۃ للسلطان | کہ ایسے واقعات کے ظہور میں

الحکومیۃ و لکونہ معاوضۃ | وہ مستدرج اور مکر کا شریک ہے۔
فیما فوا ان یکون خط علمہم | اور چونکہ اسے اعمال کا ظہور اس

لان الخطوط علیہا الدار | کے اعجاز کا معاوضہ ہیں۔ پس
الآخرۃ فاذا عجل منها | اہل اللہ دیتے ہیں کہ یہ اعمال اسکا

فرعنا ان یکون حظ علمنا | معاوضہ عمل نہ ہو جائیں۔ اس لئے
وقد ورت بذلک اثار | کہ جزاء اعمال کا محل تو دارِ آخرت

وانی یصح الخوف مع | ہے۔ پس اگر ایسی دنیا میں عمل کی
اکرامۃ فاذا ن لیست | جزاء مل جائے، تو یوم جزاء میں ٹھہری

<p>ان خارق العادہ مبدل علی من وقع له ذلك من اولیاء الله وهو غلط من یقولہ فان الخارق قد یظهر علی مبدل المبتطل من ساحر و کاهن وراہب فیحتاج من یستدل بذلک علی ولایت ولیاء الخارق واولی اذکما ان یخبر حال من وقع له ذلک قال کان متمسکاً بالاہم واهم الشریعۃ والنواہی کان ذلک علامۃ ولایتہ وسن لا فلا۔</p>	<p>کمالیہ ہے۔ اور اس بات سے میں آثار موجود ہیں، اور جبکہ اس شخص کو خوف بھی لاحق ہے، تو خوف کرامت کے ساتھ درست نہیں ہوتا ہے۔ لہذا ہم اسے نزدیک یہ کرامت نہیں ہے۔</p>	<p>بکہ اسے عہد نما۔</p>
<p>اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ محض خوارق عادات کا تصور دلیل صدق ولایت نہیں ہے۔ کیونکہ خوارق عادات کے ظہور کا تعلق کبھی اسباب طبعی کے ماتحت بھی ہوتا ہے۔ جن اسباب معقول نے خوارق عادات کے جواز تسلیم کیے انہوں نے صرف اسباب طبعی کے ماتحت ہی اسکو قبول کیا ہے۔ شیخ الرئیس بو علی مینا نے اشارات کے آفرین ایک مستقل باب مقامات العارفین کے نام قائم کیا ہے جس میں فرق عادات کو اسباب طبعی کے ماتحت قرار دیا ہے۔ پس کسی شخص کو محض کرامت اور خوارق عادات کے ظہور کی بنا پر ولی نہیں قرار دیا جاسکتا تاوتیکہ اس کے حال پر نظر نہ کیا جائے، اور نہ دیکھ لیا جائے کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ راستوں پر چلتا ہے یا نہیں؟ کلمہ و سنت کا وہ قرع ہے یا نہیں؟ اگر وہ شخص قول و عمل، ظاہر و باطن اور اعتقاد کے لحاظ پابند شرع اسلام ہے، تو بیشک وہ اللہ کا ولی کہلائے کا مستحق ہے۔ اور اگر وہ شریعت کا پابند نہیں ہے تو اس سے خواہ کیسے ہی عجایب و معجزات کیوں نہ ظاہر ہوں وہ ہرگز صاحب ولایت نہیں ہو سکتا۔</p>	<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>	<p>ان خارق العادہ مبدل علی من وقع له ذلك من اولیاء الله وهو غلط من یقولہ فان الخارق قد یظهر علی مبدل المبتطل من ساحر و کاهن وراہب فیحتاج من یستدل بذلک علی ولایت ولیاء الخارق واولی اذکما ان یخبر حال من وقع له ذلک قال کان متمسکاً بالاہم واهم الشریعۃ والنواہی کان ذلک علامۃ ولایتہ وسن لا فلا۔</p>
<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>	<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>	<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>
<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>	<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>	<p>حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں وکیک خود پر سند شیخ گرفتہ است وعلی ادبہ برقی من رسول اللہ وہجلیہ شریعت محلی نیست زہا از دور باشی بلکہ دن شمر کہ او مباشی مباد کہ برورد ایم دل را باو میلان پیدا آید وغلل عظیم در کار اندازد۔</p>

فَضِيلَتِ صَحَابِہِ بِرِ شَہَادَتِ یَزْدَانِی

(مدح و ستائش اور آیات قرآنی)

صحابہ کی خود داری

الوکیل۔۔ (آل عمران) | رہنا تو بجائے اس کے کہ اسکو شک اسلام کی طرف سے شک کرنے لگتے، اس کو شک، وہ اپنے ایمان میں اور سخت ہو گئے۔ اور پکار اٹھے کہ ہم کو اللہ پس ہے۔ اور وہ بہترین کار ساز ہے۔

صحابہ اور جہاد فی سبیل اللہ !

لکن الرسول والذین | لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ امنوا معہ جاہدا و اللہ یرایمان لاتے ہیں ان سب کے باموالہم وانفسہم اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں واولئک اہم الخیرات جہاد کئے ہیں جن کے لئے دنیا واولئک اہم الفلحون آخرت کی سب خوبیاں ہیں اور آخر کار یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (سورہ توبہ)

صحابہ پر فضل خداوندی

لقد تاب اللہ علی النبی | البتہ خدا نے پیغمبر پر بڑا فضل کیا والمہاجرین والانصار اور مہاجرین و انصار پر جنہوں الذین اتبعوا فی ساجدة نے تنگدستی کے وقت میں پیغمبر العسوة۔ (سورہ توبہ) کا ساتھ دیا۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

والسابقون الاولون ... | اور جو مہاجرین ایمان لاتے ہیں من المہاجرین والانصار سب سے مقدم ہیں اور بقیہ امت میں والذین اتبعوا ہم جتنے لوگ انھوں کے ساتھ ان باحسان رضی اللہ کے پیرو ہیں اللہ ان سب کو راضی عنہم ورضوا عنہ ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔

للفقر والذین احصوا | (خبرات) تو ان ما جتہد وکما حق فی سبیل اللہ لایستطیعون ہے جو اللہ کی راہ میں کھڑے ضرر یا فی الارض یمسہم بیٹھے ہیں۔ ملک میں کسی طرف الجاہل اغنیاء من کو دانا چاہتے، جانیں کتے التحفف۔ تعزیم بسم اہم جو شخص ان کے حال سے بخبر لایستلون الناس الحافا۔ ہے وہ انکی خود داری کی وجہ سے انکو غنی سمجھتا ہے۔ لیکن اے مخاطب! تو ان کو دیکھ تو ان کی صورت سے ان کو صاف پہچان جائے کہ محتاج ہیں۔ مگر ہاں، پٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔ (سورہ بقرہ)

صحابہ اور اطاعتِ خدا و رسول

الذین استجابوا للہ والرسول | جو لوگ روائی میں زعم کھائے من بعد ما اصابہم پیچھے خدا و رسول کے بلائے القراح۔ للذین احسنوا پر پل کھڑے ہوئے۔ ایسے منهم واتقوا اجرو نیکو کار اور متقیوں کے لئے عظیم۔ (آل عمران) بڑے اجر ہیں۔

صحابہ کرام کا توکل

الذین قال لہم الناس | یہی وہ لوگ ہیں جنکو لوگوں نے ان الناس قد جمحو الکم اگر خبر دی کہ مخالفین نے تمہارا فاختشوہم فزادہم ایمانا ساتھ لڑنے کے لئے بڑی بیڑ وقالوا حسبنا اللہ ولنعم جمیع کی ہے۔ خدا ان سے ڈرتے

